ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 23 شمارہ 04

اکتوبر 2025ء - ربیع الآخر 1447ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

جلد 23 شمارہ 04

اکتوبر 2025ء - ربیع الآخر 1447ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود

فی شمارہ.................... 50 روپے

سالانہ.................. 500 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ”التبلیغ“ حاصل کیجئے

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال.......................عصبیت کی تباہ کاریاں..............مفتی محمد رضوان 3

درسِ قـــرآن (سورہ نساء: قسط3)............................بیویوں کے حقوق اور مہر کی

ادائیگی کا حکم...// // 6

درسِ حدیث.......................حجاج بن یوسف (قسط:3)..................// // 16

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات...مفتی محمد رضوان 23

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف (چوبیسواں حصہ)....................................مفتی غلام بلال 26

تذکرۂ اولیاء: ....عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور

میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط12)..................................مولانا محمد ریحان 30

پیارے بچو!...............................اتحاد کی طاقت.......................// // 32

بزمِ خواتین....زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ 13)....مفتی طلحہ مدثر 32

آپ کے دینی مسائل کا حل.........................گناہ پر اعانت اور گناہ

کے سبب کی تحقیق (قسط:3)..ادارہ 37

کیا آپ جانتے ہیں؟..."رسومِ افتاء واصولِ افتاء" پر کلام (قسط8)......مفتی محمد رضوان 46

عبرت کدہ ....حضرت یوشع بن نون

علیہ السلام (دوسری وآخری قسط)..مولانا طارق محمود 53

طب وصحت...............ہونٹوں کی افادیت اور امراض......حکیم مفتی محمد ناصر 57

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........................// // 59

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

عصبیت کی تباہ کاریاں

آج دنیا بھر میں مسلم قوم، طرح طرح کی عصبیتِ بے جا کی تباہ کاریوں سے دوچار ہے، جس کے دنیاوی نقصان کو مختلف شکلوں میں جگہ جگہ مسلمان بھگت رہے ہیں، اور آخرت کا وبال تو بہت ہی سخت ہے، اور زیادہ قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ دنیا کے شعبے تو درکنار دین کے شعبے بھی اس عصبیتِ بے جا کی تباہ کاریوں سے محفوظ نہیں رہ سکے، اور اس کے نتیجہ میں دین کے وہ شعبے بھی دن بدن تنزلی اور ابتری کا شکار ہیں۔

چنانچہ قومی، لسانی، صوبائی، خاندانی، اور سیاسی وغیر سیاسی پارٹی وجماعت بندی کی بنیاد پر ایک دوسرے کی حمایت ونصرت، یا مخالفت وعداوت قائم کی جاتی ہے، ہر شعبۂ زندگی میں اسی عصبیت کی بنیاد پر تعلقات استوار کئے جانے لگے ہیں۔

مثلاً جس شخص کا تعلق کسی سیاسی جماعت سے ہوتا ہے، تو وہ اس جماعت کی ہر حق وناحق بات کی اس بنیاد پر حمایت کرتا ہے کہ وہ اس جماعت سے تعلق رکھتا ہے، اور دوسری جماعت کے موقف کی اس لئے مخالفت کرتا ہے کہ اس کی اس جماعت سے وابستگی نہیں ہوتی۔

اور اس طرح سیاسی جماعتوں میں حزبِ اختلاف اور حزبِ اقتدار کے اعتبار سے جو تقسیم عمل میں آتی ہے، وہ بھی اسی بنیاد پر آتی ہے، اور اس کی وجہ سے جب تک کوئی جماعت اقتدار میں ہوتی ہے، تو اس کے تمام اچھے برے فیصلے درست دکھائی دیتے ہیں، اور اس کے برعکس جب یہی جماعت اقتدار سے باہر ہوجاتی، اور اس کی جگہ دوسری جماعت، سیاسی اقتدار میں آجاتی ہے، تو پھر اس سیاسی اقتدار والی جماعت کے تمام فیصلے غلط دکھائی دینے لگتے ہیں۔

اسی طرح مثلاً جس شخص کا تعلق اپنی قوم، یا برادری سے ہوتا ہے، تو اس سے وابستہ شخص، یا اشخاص کی وہ سب اچھی بری باتیں، درست معلوم ہونے لگتی ہیں، جو دوسری قوم وبرداری کے خلاف ہوں۔

www.idaraghufran.org

اور آج یہی حالت دینی مذاہب ومسالک اور دینی جماعتوں سے وابستہ بہت سے افراد واشخاص کی بھی ہوگئی ہے، اور اس عصبیت کے مرض سے کم افراد ہی بچ رہ گئے ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم وفضل ہو، ورنہ یہ ایسا سنگین مرض ہے کہ بآسانی پیچھا نہیں چھوڑتا۔

چنانچہ آج یہ چیز بکثرت دیکھنے میں آتی ہے کہ جو دینی سیاسی جماعتیں ہیں، وہ بھی مختلف مسالک سے وابستہ ہیں، کوئی دیوبندی مسلک سے، کوئی بریلوی مسلک سے، کوئی جماعتِ اسلامی سے، کوئی اہلحدیث مسلک سے، اور کوئی شیعہ مسلک سے، اور یہ سب جماعتیں اپنی اپنی جگہ ملک میں دینی نفاذ کی باتیں کرتی ہیں، لیکن جب ایک دوسرے کے مقابلہ کی بات آتی ہے، تو یہاں بھی اپنی جماعت سے وابستہ افراد، اور اس جماعت کے اکابر کے تمام فیصلے اور اقوال درست معلوم ہونے لگتے ہیں، خواہ وہ کتنے ہی قابلِ اصلاح کیوں نہ ہوں۔

اسی طرح دوسری دینی وغیر سیاسی جماعتوں کی بھی قریب قریب یہی حالت ہے، جیسا کہ دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث مسالک سے وابستہ لوگ اپنے اپنے مسلک کی ہر بات کے صحیح ہونے پر صرف اس لئے زور دیتے ہیں کہ وہ بات ان کے اس مسلک و جماعت کی ہوتی ہے، جس سے ان کی وابستگی ہوتی ہے۔

اسی طرح مثلاً کوئی تبلیغی جماعت سے وابستہ ہے، یا علمائے دین ومدارس ومساجد سے وابستہ ہے، یا خانقاہی نظام سے وابستہ ہے، یا کسی جہادی تنظیم سے وابستہ ہے، تو ہر ایک کو اپنی اپنی جماعت ہی پاکدامن نظر آتی ہے، اور وہ اپنی جماعت کی کوتاہیوں، اور قابلِ اصلاح باتوں کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، بلکہ کوتاہی کی نشاندہی اور اصلاح کی کوشش کرنے والے کو حق کا مخالف تصور کیا جاتا ہے۔

اور ہر شعبہ میں محض عصبیت کی بنیاد پر اپنے حلقہ وسلسلہ کے لوگوں کو بھرتی کرنے اور ان کو ترقی دینے کی جدوجہد کی جاتی ہے۔

اور اب تو ہر مسلک کی ذیلی شاخیں بھی اسی عصبیت کی بنیاد پر وجود میں آتی جارہی ہیں۔

چنانچہ ایک ہی مسلک کی طرف اپنے آپ کو منتسب کرنے والی مختلف ذیلی جماعتوں کا طرزِ عمل بھی اسی نوعیت کا سامنے آتا ہے۔

www.idaraghufran.org

اور اس سلسلہ میں عصبیت وتعصب سے بچ کر حق وسچ گو افراد کی تعداد بہت کم ہے۔

اور اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہر ایک نے اپنے لئے کوئی نہ کوئی بت کسی شخصیت کی شکل میں تراش رکھا ہے، جس کی وہ گویا کہ پرستش کرتا ہے، شاید ''سر پرستی'' کے نام سے اس کو وجود ملا ہو کہ جو بات اپنے عقیدت یافتہ شخص، استاذ، اپنے شیخ اور پیر ومرشد کی زبان سے نکل گئی، تو اس میں ہر طرح کی خیر وبھلائی نظر آنے لگتی ہے، خواہ وہ بات ذرا اہمیت نہ رکھتی ہو، یا خطاء پر مبنی کیوں نہ ہو۔

چنانچہ سوشل میڈیا، اور فیس بک وغیرہ پر اب بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے مخصوص حلقے بنا کر یہ کام شروع کر رکھا ہے، جس کو دیکھ کر لگتا ہے کہ حق وسچ کا ساتھ دینے والے افراد نہ صرف یہ کہ دنیا کے شعبوں سے عنقاء ہوتے چلے جا رہے ہیں، بلکہ دین کے شعبوں سے بھی نایاب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اور ان بے اعتدالی پر مبنی حالات کی بنیادی وجہ بے جا عصبیت ہے، جس کا تعلق زمانہ جاہلیت سے ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے، اور اس میں مختلف طریقوں سے مبتلاء ہونے والوں کے لئے سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔

اپنی قوم، اپنی جماعت اور اپنے اکابر ومشائخ سے محبت میں کوئی حرج نہیں، لیکن ان کا ناحق باتوں میں ساتھ دینا، اور حمایت کرنا ''محبت'' کے بجائے ''تعصب وعصبیت'' کہلاتا ہے، جس کی اسلام میں گنجائش نہیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ؟ قَالَ : لَا، وَلٰكِنْ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ (مسند أحمد، رقم الحديث ١٦٩٨٩) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آدمی کا اپنی قوم (یعنی اپنی برادری، یا خاندان وقبیلہ اور جماعت وغیرہ) سے محبت رکھنا بھی عصبیت میں داخل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! بلکہ عصبیت تو یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کے ظلم (یعنی ناحق کام، یا کلام) پر مدد کرے (مسند احمد)

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن(سورہ نساء: قسط:03،آیت نمبر3و4) مفتی محمد رضوان

بیویوں کے حقوق اور مہر کی ادائیگی کا حکم

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا (3) وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا (4)(سورة النساء)

ترجمہ: اور اگر خوف کرو تم کہ نہ انصاف کرسکو گے تم، یتیموں کے بارے میں، تو نکاح کرلو تم ان سے جو پسند ہوں تم کو عورتوں میں سے، دو دو، اور تین تین، اور چار چار، پھر اگر خوف کرو تم کہ نہیں عدل (وانصاف) کرسکو گے تم، تو ایک ہی (سے نکاح کرو) یا وہ جس کے مالک بنے تمہارے ہاتھ (یعنی باندی) یہ زیادہ قریب ہے کہ بے انصافی نہ کرو تم (3) اور دیدو تم عورتوں کو ان کا مہر، عطیہ کے طور پر، پھر اگر خوشی سے دیں، وہ تم کو کوئی چیز اس (مہر) میں سے نفس کی، تو کھاؤ تم اس کو خوشی سے، رغبت سے (4)(سورہ نساء)

تفسیر وتشریح

اس سے پہلی آیت میں یتیموں کی حق تلفی کی ممانعت کا بیان تھا کہ یتیموں کے اولیاء کو ان کے مالوں میں خرد برد کرنا حرام ہے۔

اب مذکورہ آیت میں دوسرے انداز میں اس حکم کی مزید وضاحت کی گئی ہے، اور بتلایا گیا ہے کہ جن لوگوں کی زیرِ ولایت یتیم لڑکیاں ہیں، ان سے اس خیال سے نکاح نہ کیا جائے کہ وہ اپنے ماتحت ہیں، جتنا چاہیں گے، ان کا مہر مقرر کرلیں گے، اور پھر مہر اداء نہ بھی کریں، تو کوئی پوچھنے والا نہیں، اور جو اموال ان کی ملکیت میں ہیں، وہ بھی اپنے قبضہ میں آجائیں گے۔

اس آیت میں واضح طور پر بتلادیا گیا کہ یتیم کے مال پر قبضہ کرنے کا ہر حیلہ اور بہانہ، ناجائز ہے اور یتیموں کے اولیاء کا فرض ہے کہ وہ دیانتداری سے ان کے حقوق کی نگہداشت کریں۔

www.idaraghufran.org

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: ”وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ، فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا“ قَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي الْيَتِيمَةُ، تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا، يُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَدْنَى مِنْ سُنَّةِ صَدَاقِهَا، فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ، فَيُكْمِلُوا الصَّدَاقَ، وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ

(صحيح البخارى، رقم الحديث ٥٠٦٤)

ترجمہ: انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورہ نساء میں مذکور) اللہ تعالیٰ کے اس قول: ”وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ، فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا“ کے بارے میں سوال کیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے میری بہن کے بیٹے! یتیم بچی اپنے ولی کی پرورش میں ہوتی ہے، تو وہ اس بچی کے مال، اور اس کے حسن و جمال میں رغبت کرتا ہے، جو اس سے اس کی عادت کے مہر سے کم تر میں نکاح کرنا چاہتا ہے، تو لوگوں کو منع کر دیا گیا کہ وہ ان کے حق میں ناانصافی نہ کریں، پس وہ ان کا پورا مہر اداء کریں، اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کریں (صحیح بخاری)

پس اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے، تو ان سے نکاح مت کرو، بلکہ دوسری عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو، خواہ ایک عورت سے نکاح کرو، یا دو عورتوں سے نکاح کرو، یا تین عورتوں سے نکاح کرو، یا چار عورتوں سے نکاح کرو، ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے۔

لیکن اگر ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کی صورت میں عدل وانصاف قائم نہ کرنے کا خوف ہو، تو پھر ایک ہی عورت سے نکاح پر اکتفاء کرو، یا پھر شرعی باندیوں پر اکتفاء کرو، یہ طریقہ عدل و ناانصافی سے بچنے کے زیادہ قریب ہے۔

www.idaraghufran.org

اس موقع پر یہ بات یادرکھنا ضروری ہے کہ عام حالات میں نکاح کرنے کا تاکیدی حکم ہے، لیکن اس حکم کو پورا کرنے کے لیے، ایک عورت سے نکاح کرنا کافی ہے، ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا ضروری نہیں، البتہ اگر ضرورت ہو، تو ایک سے زیادہ، اور چار تک نکاح کرنا شرعی اعتبار سے جائز ہے، لیکن شرعی اعتبار سے یہ شرط ضروری ہے کہ تمام بیویوں کے شرعی حقوق اور اسی کے ساتھ ان عورتوں کے حقوق میں عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے، جس میں عورتوں کے نان ونفقہ، کھانے، پینے، لباس اور مکان ورہائش اور ان کے پاس رات گذارنے وغیرہ جیسی سب چیزوں میں عدل وانصاف ضروری ہے۔ [1]

البتہ جو چیزیں اپنے اختیار وقدرت میں نہیں، جیسا کہ صحبت وغیرہ کرنا، تو ان چیزوں میں بیویوں کے درمیان عدل ومساوات ضروری نہیں۔ [2]

آج کل بعض حضرات ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں، اور بعض دوسرے حضرات اس سے منع کرتے ہیں۔

---

[1] ذهب الفقهاء إلى أنه يجب على الزوج العدل بين زوجتيه أو زوجاته في حقوقهن من القسم والنفقة والكسوة والسكنى، وهو التسوية بينهن في ذلك.

والأصل فيه قول الله تعالى :(فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة) عقيب قوله تعالى :(فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع) ، ندب الله تعالى إلى نكاح الواحدة عند خوف ترك العدل في الزيادة، وإنما يخاف على ترك الواجب، فدل على أن العدل بينهن في القسم والنفقة واجب، وإليه أشار في آخر الآية بقوله عز وجل :(ذلك أدنى ألا تعولوا)، أي تجوروا، والجور حرام فكان العدل واجبا ضرورة؛ ولأن العدل مأمور به في قوله تعالى :(إن الله يأمر بالعدل والإحسان)على العموم والإطلاق إلا ما خص أو قيد بدليل؛ ولأن النساء رعية الزوج، فإنه يحفظهن وينفق عليهن، وكل راع مأمور بالعدل في رعيته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣ص ١٨٤، ١٨٥، مادة "قسم" حرف القاف)

[2] والعدل الواجب في القسم يكون فيما يملكه الزوج ويقدر عليه من البيتوتة والتأنيس ونحو ذلك، أما ما لا يملكه الزوج ولا يقدر عليه كالوطء ودواعيه، وكالميل القلبي والمحبة . .فإنه لا يجب على الزوج العدل بين الزوجات في ذلك؛ لأنه مبني على النشاط للجماع أو دواعيه والشهوة، وهو ما لا يملك توجيهه ولا يقدر عليه، وكذلك الحكم بالنسبة للميل القلبي والحب في القلوب والنفوس فهو غير مقدور على توجيهه، وقد قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في تفسير قوله تعالى :(ولن تستطيعوا أن تعدلوا بين النساء ولو حرصتم) يعني في الحب والجماع، وقالت عائشة رضي الله تعالى عنها :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم ويعدل ثم يقول :اللهم هذا قسمي فيما أملك، فلا تلمني فيما تملك ولا أملك يعني المحبة وميل القلب؛ لأن القلوب بيد الله تعالى يصرفها كيف شاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣ص ١٨٥، مادة "قسم" حرف القاف)

www.idaraghufran.org

لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی ایک ہی عورت سے نکاح پر اکتفاء کرے، تو بھی فی نفسہٖ گناہ نہیں، اور اگر ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرے، تو بھی فی نفسہٖ گناہ نہیں۔

اور اس شرط پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کیا جائے، تو ان بیویوں کے حقوق میں عدل ومساوات اور انصاف قائم کرنا ضروری ہے۔

اب جو شخص اس شرط کو پورا نہ کرے گا، تو وہ سب کے نزدیک گناہ گار ہوگا، اور جو شخص اس شرط کو پورا کرے گا، تو وہ کسی کے نزدیک بھی گناہ گار نہ ہوگا۔

اس لئے اگر کوئی اس شرط کو پورا نہ کرنے کے ڈر کی وجہ سے ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح نہیں کرتا، اور ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرتا ہے، وہ بھی درست عمل کرتا ہے، اور جو شخص ضرورت کی وجہ سے ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کر کے، ان کے درمیان عدل ومساوات اور انصاف کو قائم کرتا ہے، وہ بھی درست عمل کرتا ہے، دونوں میں جھگڑے کی کوئی بات نہیں۔

اس مسئلہ میں افراط وتفریط کرنے والے دونوں طرف کے لوگوں نے ادھر ادھر کی باتیں شامل کر کے، لوگوں کے ذہنوں میں الجھن پیدا کر رکھی ہے۔

کوئی ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کی اس طرح ترغیب دیتا ہے کہ اس کی وجہ سے ناانصافی کرنے والے لوگ بھی ایک سے زیادہ نکاح کر کے گناہ گار ہوتے ہیں، اور کوئی اس طرح سے منع کرتا ہے کہ ضرورت ومجبوری میں بھی ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے پر جرئت نہیں ہوتی، اور یہ دونوں چیزیں افراط وتفریط، اور کم علمی پر مبنی ہیں۔

اور ہمارا رجحان اس طرف ہے کہ آج ظلم وناانصافی، اور اخلاقی انحطاط عام ہوجانے، اور عدل وانصاف، اور حسنِ اخلاق کے کم یاب ہوجانے کے دور میں ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کر کے عدل وانصاف کو قائم کرنا، اور قائم رکھنا، اور عورتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تحاسد وتباغض سے محفوظ رکھنا، ایک طویل مجاہدہ اور جہدِ مسلسل والا عمل ہے، جس پر عامۃ الناس کی طرف سے عمل کرنا آسان کام نہیں، اور ناانصافی وبداخلاقی کے نتیجہ میں آخرت کا سخت وبال سر پڑتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں دنیا میں بھی ایسے سنگین تنازعات وفسادات جنم لیتے ہیں، جو انسان کی زندگی میں بھی سخت پریشانیوں اور الجھنوں کا باعث بنتے ہیں، اور دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی بیویوں اور ان کی

www.idaraghufran.org

اولادوں میں منتقل ہوتے ہیں،اس لئے اس بارے میں سخت احتیاط چاہیے،اور جس ملک میں قانونی طور پر اس کی اجازت نہ ہو،وہاں اس طرح کا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے قانونی تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے،تاکہ بعد میں مزید مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعُ نِسْوَةٍ، فَكَانَ إِذَا قَسَمَ بَيْنَهُنَّ، لَا يَنْتَهِيْ إِلَى الْمَرْأَةِ الْأُوْلٰى إِلَّا فِيْ تِسْعٍ (صحيح مسلم،رقم الحديث ١٤٦٢ "٤٦"كتاب الرضاع، باب القسم بين الزوجات)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی (ایک وقت میں) نو بیویاں تھیں، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان باری مقرر فرماتے،تو ہر بیوی کے پاس،نویں دن ہی تشریف لاتے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نو بیویوں میں سے ہر بیوی کے پاس ایک رات گزارا کرتے تھے،اوراس طرح ہر بیوی کی باری کا نمبر نویں دن آتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری،رقم الحديث ٢٥٩٣،كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها،باب هبة المرأة لغير زوجها وعتقها الخ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تھے،تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے، پھران میں سے جس کا بھی قرعہ میں حصہ نکل آتا تھا، اس کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے،اورسب بیویوں میں سے ہرایک بیوی کے لئے ایک دن اورایک رات تقسیم کرتے تھے،البتہ حضرت سودہ بنتِ زمعہ نے اپنے دن اور رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے ہبہ کردیا تھا، وہ اس

www.idaraghufran.org

کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا چاہتی تھیں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ بیویوں میں سے اگر کوئی بیوی اپنی دلی رضا وخوشی سے اپنی باری میں دوسری بیوی کے پاس رہنے کی اجازت دے دے، تو اسے یہ حق حاصل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهِ فَيَعْدِلُ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ هٰذَا فِعْلِيْ فِيْمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا لَا أَمْلِكُ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۴۲۰۵، كتاب النكاح، باب القسم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان باری مقرر فرماتے، اور عدل سے کام لیتے تھے، پھر فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! یہ میرا فعل ہے، اُن چیزوں میں جن کا مجھے اختیار ہے، تو آپ مجھے اُن چیزوں میں باعثِ ملامت قرار مت دینا، جن کا مجھے اختیار نہیں (مثلاً دِلی وقلبی محبت کا کسی ایک سے زیادہ ہونا) (ابنِ حبان)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْقَسْمِ، مِنْ مُكْثِهِ عِنْدَنَا (سنن أبي داود، رقم الحديث ۲۱۳۵، كتاب النكاح) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بعض (بیویوں) کو بعض (بیویوں) پر باری میں اور ہمارے پاس ٹھہرنے میں فضیلت نہیں دیتے تھے (یعنی ان چیزوں میں کمی، وزیادتی نہیں کرتے تھے) (ابوداؤد)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ يَمِيْلُ لِإِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَجُرُّ أَحَدَ شِقَّيْهِ سَاقِطًا أَوْ مَائِلًا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: رجاله ثقات على شرط مسلم إلا أنه اختلف في وصله وإرساله، والمرسل هو الصواب (حاشية ابن حبان)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن. عبد الرحمن بن أبي الزناد حسن الحديث، وباقي رجاله ثقات (حاشية سنن ابي داود)

www.idaraghufran.org

(مسند احمد، رقم الحدیث ۷۹۳۶) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی (مثلاً) دو بیویاں ہوں، جن میں سے وہ دوسری کے مقابلہ میں ایک کی طرف مائل ہو، تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ وہ اپنے بدن کے آدھے دھڑ کو مفلوج یا جھکا ہوا ہونے کی حالت میں کھینچ رہا ہوگا (مسند احمد)

پھر خواہ کسی عورت سے نکاح کیا جائے، اور وہ ایک ہو، یا ایک سے زیادہ عورتیں ہوں، ان کے مہر کو ٹھیک طریقہ پر اداء کرنا بہرحال ضروری ہے، یہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں داخل ہے، اور یہ بہت بنیادی حق ہے، جس میں بہت سے لوگ طرح طرح سے کوتاہیاں کرتے ہیں، اس لئے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ اداء کرنے کا حکم اس طرح فرمایا کہ:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا .

''اور دے دو تم عورتوں کو ان کا مہر، عطیہ کے طور پر، پھر اگر خوشی سے دیں، وہ تم کو کوئی چیز اس (مہر) میں سے نفس کی، تو کھاؤ تم اس کو خوشی سے رغبت سے''

مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو ان کا مقرر کردہ مہر، خواہ نقدی کی شکل میں طے ہوا ہو، یا زیور کی شکل میں، یا کسی جائیداد کی شکل میں، اور خواہ ایک چیز طے ہوئی ہو، یا ایک سے زیادہ چیزیں مہر میں طے ہوئی ہوں، بہرحال طے شدہ مہر کی عطیہ کے طور پر نفس کی خوشی سے ادائیگی ضروری ہے۔

اور چونکہ''مہر''کوئی بیوی، یا اس سے مخصوص لذت حاصل کرنے کی چیز کا حقیقی معاوضہ واجرت نہیں، اسی لئے نہ آزاد عورت کی خرید وفروخت جائز ہے، نہ ہی اجرت وغیرہ پر کسی سے لطف اندوز ہونا جائز ہے، اس لئے''مہر''کو''صدقات''کہا گیا، جس میں خوش دلی کے ساتھ بغیر معاوضہ کے دینا پایا جاتا ہے۔ اور''نحلۃ''سے مراد''عطیہ''ہے، بعض نے کہا کہ اس سے مراد''فریضہ''ہے۔

''عطیہ''ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو عطیہ سمجھ کر دو، جس میں دوسرے کا اعزاز واکرام پیشِ نظر ہوتا ہے، اسی کو بعض نے خوش دلی سے دینے سے تعبیر کیا۔

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح علی شرط الشیخین (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اور ’’فریضہ‘‘ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمہاری طرف سے عورت پر احسان نہیں، بلکہ یہ تمہارے ذمہ ’’فریضہ‘‘ ہے، جس کی ادائیگی کے بغیر تم اپنے فریضہ سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ [1]

اور جب تم مکمل مہر خوش دلی سے عطیہ، یا فریضہ سمجھ کر بہرحال اداء کر دو، جس میں تمہاری طرف سے بیوی پر کوئی اس قسم کا دباؤ اور اثر نہ ہو کہ وہ اپنا مہر حاصل کر لے گی، تو تمہاری طرف سے اس کو ناگواری اور خفگی، یا کسی دوسرے ردِ عمل کا سامنا کرنا پڑے گا، تو اس کے بعد اگر عورت خود اپنی ذاتی خوشی سے، جس کو ’’طیبِ نفس‘‘ کہا جاتا ہے، یعنی مکمل آزادانہ طریقہ پر کسی دباؤ کے بغیر، تمہیں اس مہر میں سے جو کچھ تھوڑا، یا زیادہ دینا چاہے، تو پھر ایسی صورت میں تمہارے لئے اس کو لینا اور کھانا، پینا واستعمال کرنا ’’خوشی ورغبت‘‘ سے جائز ہے، اس میں نہ کوئی گناہ والی بات ہے، نہ کوئی پریشانی والی بات ہے اسی کو ’’هَنِيئًا مَرِيئًا‘‘ فرمایا گیا، جیسا کہ دوسری آیات میں جنت میں بھی

---

[1] المسألة الثالثة :قال صاحب الكشاف :صـدقاتهن مهورهن، وفي حديث شريح :قضى ابن عباس لها بـالـصدقة وقرأ صدقاتهن بفتح الصاد وسكون الدال على تخفيف صدقاتهن وصدقاتهن بضم الصاد وسكون الدال جمع صدقة، وقرء صدقتهن بضم الصاد والدال على التوحيد وهو مثقل صدقة كقوله فى ظلمة :ظلمة، قال الواحدى :مـوضـوع ص د ق على هذا الترتيب للكمال والصحة، فسمى المهر صداقا وصدقة لأن عقد النكاح به يتم ويكمل.

المسألة الرابعة :في تفسير النحلة وجوه :

الأول :......قـال ابن عباس وقتادة وابن جريج وابن زيد :فـريـضة، وإنما فسروا النحلة بالفريضة، لأن النحلة فى اللغة معناها الديانة والملة والشرعة والمذهب، يقال :فلان ينتحل كذا إذا كان يتدين به، ونحلته كذا أى دينه ومذهبه، فقوله :آتوا النساء صدقاتهن نحلة أى آتوهن مهورهن، فإنها نحلة أى شريعة ودين ومذهب وما هو دين ومذهب فهو فريضة .

الثانى :......قال الكلبى :نحلة أى عطية وهبة، يقال :نحلت فلانا شيئا أنحله نحلة ونحلا، قال القفال :وأصله إضافة الشىء إلى غير من هوله، يقال :هـذا شعر منحول، أى مضاف إلى غير قائله، وانتحلت كذا إذا ادعيته وأضـفتـه إلـى نـفسک، وعلى هذا القول فالمهر عطية ممن؟ فيه احتمالان :أحدهما :أنـه عطية من الزوج، وذلک لأن الـزوج لا يـمـلـک بـدله شيئا لأن البضع فى ملک المرأة بعد النكاح كهو قبله، فالزوج أعطاها الـمهـر ولم يأخذ منها عوضا يملكه، فكان فى معنى النحلة التى ليس بإزائها بدل، وإنما الذى يستحقه الزوج مـنهـا بـعقد النكاح هو الاستباحة لا الملک، وقال آخرون إن الله تعالى جعل منافع النكاح من قضاء الشهوة والتوالد مشتركا بين الزوجين، ثم أمر الزوج بأن يؤتى الزوجة المهر فكان ذلک عطية من الله ابتداء .

والقول الثالث :......فى تفسير النحلة قال أبو عبيدة :معنى قوله نحلة أى عن طيب نفس، وذلک لأن النحلة فـى الـلغة العطية من غير أخذ عوض، كما ينحل الرجل لولده شيئا من ماله، وما أعطى من غير طلب عوض لا يـكـون إلا عـن طيـب الـنـفس، فأمر الله بإعطاء مهور النساء من غير مطالبة منهن ولا مخاصمة، لأن ما يؤخذ بالمحاكمة لا يقال له نحلة(تفسير الرازى،ج۹،ص۴۹۲،سورة النساء)

www.idaraghufran.org

اسی طرح کے الفاظ میں جنتیوں کے خوشی سے کھانے پینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ [1]

لیکن عورت کی خوش دِلی کے بغیر، یا دباؤ ڈال کر رسمی طور پر مہر معاف کرالینا درست نہیں ہوتا، جیسا کہ آج کل بعض لوگ ایسا کرتے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو مہر مقرر کرتے وقت ہی معاف کرانے، اور اداء نہ کرنے کا تصور قائم کیے ہوتے ہیں، جو درست نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا لَمَّا تَزَوَّجَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرَادَ أَنْ يَّدْخُلَ بِهَا، فَمَنَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يُعْطِيَهَا شَيْئًا، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ لِيْ شَيْءٌ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطِهَا دِرْعَكَ، فَأَعْطَاهَا دِرْعَهُ، ثُمَّ دَخَلَ بِهَا (سنن أبي داود، رقم الحديث ٢١٢٦، كتاب النكاح، باب في الرجل يدخل بامرأته قبل أن ينقدها شيئا) [2]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا، تو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی رخصتی چاہی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمادیا، تاوقتیکہ وہ پہلے حضرت فاطمہ کو کچھ (مہر) دیں، حضرت علی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنی زرہ ہی دے دو، تو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو اپنی زرہ دی، پھر حضرت علی نے (حضرت فاطمہ کے ساتھ) رخصتی کا عمل کیا (ابوداود)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحَقُّ الشُّرُوْطِ أَنْ تُوْفُوْا بِهِ مَا

---

[1] كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (سورة الطور، رقم الآية ١٩)

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ (سورة الحاقة، رقم الآية ٢٤)

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (سورة المرسلات، رقم الآية ٤٣)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ (صحيح البخارى،رقم الحديث ٢٧٢١، كتاب الشروط، باب الشروط فى المهر عند عقدة النكاح)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شرطیں سب سے زیادہ پوری کیے جانے کی مستحق ہیں کہ جن کے ذریعہ سے تم عورتوں کی شرمگاہوں کو (اپنے لئے) حلال کرتے ہو (بخاری)

ان شرطوں میں بیوی کا مقرر کردہ مہر بھی داخل ہے۔

حضرت میمون کردی اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّةً وَلَا مَرَّتَيْنِ وَلَا ثَلَاثَةً حَتّٰى بَلَغَ عَشْرَ مِرَارٍ، أَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً بِمَا قَلَّ مِنَ الْمَهْرِ أَوْ كَثُرَ لَيْسَ فِيْ نَفْسِهِ أَنْ يُؤَدِّيَ إِلَيْهَا حَقَّهَا، خَدَعَهَا، فَمَاتَ وَلَمْ يُؤَدِّ إِلَيْهَا حَقَّهَا، لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ زَانٍ (المعجم الأوسط للطبرانى، رقم الحديث ١٨٥١) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ نہیں، اور دو مرتبہ نہیں، اور تین مرتبہ نہیں، یہاں تک کہ دس مرتبہ تک فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی کسی عورت سے تھوڑے، یا زیادہ مہر پر نکاح کرے، اور اس کے دل میں عورت کو یہ مہر کا حق دینے کا ارادہ نہ ہو، اس نے عورت کو دھوکہ دیا، اور اگر وہ اس (عورت کے مہر) کا حق اداء کرنے سے پہلے مر گیا، تو قیامت کے دن اللہ سے زنا کار ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا (طبرانی)

معلوم ہوا کہ بیوی کا ''مہر'' صرف زبانی کلامی، یا کاغذی کارروائی نہیں، بلکہ وہ عورت کا حق ہے، اور عورت کے عنداللہ حلال ہونے میں بھی اس کی ادائیگی کی نیت کو دخل ہے، لہٰذا نکاح میں مہر مقرر کرتے وقت شوہر کے دل میں مہر کی ادائیگی کا سچا ارادہ ہونا چاہیے، اور پھر بعد میں طے شدہ طریقہ کے مطابق اس کو اداء کرنے کا اہتمام بھی کرنا ضروری ہے، اور مروجہ طریقہ پر مہر کو معاف کرالینا، درست نہیں۔

---

[1] قال المنذرى: رواه الطبرانى فى الصغير والأوسط ورواته ثقات وتقدم حديث صهيب بنحوه(الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ٢٧٨١)

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

حجاج بن یوسف (قسط:3)

’’حجاج بن یوسف ثقفی‘‘ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جھوٹ بولا تھا، جس کا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی ہی روایات میں ذکر ہے، اور حجاج کے ’’مبیر‘‘ ہونے کے ساتھ ’’کذاب‘‘ ہونے، اور زیادہ شریروزیادہ شدید جھوٹا ہونے کا بھی بعض معتبر روایات میں ذکر ہے۔

ابو سلمان کی روایت میں ہے کہ:

’’حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد، حجاج بن یوسف نے حضرت اسماء سے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے اللہ کے دشمن، اور حرم پاک میں الحاد (وبدعت ایجاد) کرنے والے کو قتل کیا ہے، جس پر حضرت اسماء نے فرمایا کہ تو نے جھوٹ کہا، تو نے روزہ دار، عبادت گذار اور صلہ رحمی کرنے والے کو قتل کیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی تھی کہ قبیلہ ثقیف میں کذاب، اور مبیر نکلے گا، کذاب کو تو ہم نے دیکھ لیا، اور مبیر (ظالمانہ صفایا کرنے والا) تو ہی ہے، جس پر حجاج نے کہا کہ میں منافقین کا مبیر ہوں‘‘۔ انتہٰی۔ [1]

[1] حدثنا أسلم، قال: ثنا وهب بن بقية، قال: ثنا خالد عن داود بن أبی هند عن شهر بن حوشب عن أبی سلمان صاحب راية الحجاج، قال: لما قتل الحجاج ابن الزبير، دخل على أسماء بنت أبی بكر رضی الله عنه، وأنا معه، وقد كبرت وعميت، فلا تكاد تسمع .وإذا جارية تسمعها .فقال:قولی لها: ابن يوسف أتاک، فأسمعيها .قالت: مالی ولابن يوسف .قال:قولی لها: إنا نسلم عليک ونسألک حاجتک .قالت: وما حاجتی إليه وقد قتل ابن الزبير .قال: قتلته فاسقا خبيثا، عدوا لله تعالى ملحدا فی حرم الله تعالى .قالت بل قتلته صواما قواما برا بوالديه .إن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال:سيخرج من ثقيف، أو يكون فی ثقيف كذاب ومبير .فأما الكذاب فقد رأيناه .وأما المبير فأنت .قال: أو قد قال ذاک؟ قالت: نعم .قال: أنا مبير المنافقين(تاريخ واسط، لاسلم بن سهل بحشل، ص ۴۳ ،تسمية القرن الأول القادمين مدينة واسط من صحابة رسول الله صلى الله عليه وسلم ممن خدمه ورآه ونقل حديثه وسمع كلامه،من روى عن أسماء بنت أبی بكر رضی الله عنهما)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورابوصدیق ناجی سے بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ:

أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ دَخَلَ عَلٰى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ، بَعْدَ مَا قَتَلَ ابْنَهَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَكِ أَلْحَدَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَذَاقَهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ، وَفَعَلَ بِهٖ وَفَعَلَ، فَقَالَتْ: كَذَبْتَ، كَانَ بَرًّا بِالْوَالِدَيْنِ، صَوَّامًا قَوَّامًا، وَاللّٰهِ لَقَدْ أَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ ثَقِيْفٍ كَذَّابَانِ، اَلْآخِرُ مِنْهُمَا شَرٌّ مِنَ الْأَوَّلِ، وَهُوَ مُبِيْرٌ (مسند احمد،رقم الحديث ۲۶۹۶۷)

ترجمہ: حجاج بن یوسف،حضرت اسماءبنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس آیا، جب وہ ان کے بیٹے،عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کوقتل کر چکا تھا،اور حجاج نے کہا کہ تیرے بیٹے نے اس بیتُ اللہ میں الحاد (اور بدعت کوایجاد) کیا ہے،اوراللہ عزوجل نے اس کو دردناک عذاب کا مزہ چکھادیا ہے،اوراس نے ایسااورایسا فعل کیا۔

تو (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ) حضرت اسماءبنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تو نے جھوٹ کہا،وہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے،اور روزہ دار وعبادت گذار تھے،اللہ کی قسم! ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ قبیلہ ثقیف میں دو کذاب، برآمد ہوں گے،دوسرا، پہلے سے زیادہ شر والا ہوگا،اوروہ (دوسرا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾أخبرنا عبد الواحد بن إسماعيل الروياني قدم علينا ثنا أبو سهل الأبيوردي ببخارى ثنا القاضي أبو نصر أحمد بن عمرو ثنا أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن عقبة الشيباني الكوفي ببغداد ثنا أحمد بن محمد بن إبراهيم المروزي ثنا وهب بن بقية الواسطي أنا خالد بن عبد الله عن داود عن شهر بن حوشب عن ابن سلمان وكان صاحب راية الحجاج بن يوسف قال لما قتل ابن الزبير رضي الله عنه دخل الحجاج على أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنها وأنا معه وقد كبرت وعميت ولا تكاد تسمع ولها جارية تسمعها فقال لها قولي لها أنا ابن يوسف فنادتها فأسمعتها فقالت خليني مالي وابن يوسف قال قولي أتاك ليسلم عليك وينظر هل لك حاجة قالت وما حاجتي وقد قتل ابن الزبير قال قتلت عدو الله ملحدا في حرم الله عز وجل قالت كذبت بل قتلت صواما قواما برا بوالديه وإن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إنه سيخرج أو يكون في ثقيف كذاب ومبير أما الكذاب فقد رأيناه وأما المبير فإنك أنت هو قال أنا مبير المنافقين(دلائل النبوة لإسماعيل الاصبهاني،ص۲۱۸، ۲۱۹،رقم الحديث ۳۰۲)

www.idaraghufran.org

کذاب شخص)''مبیر''(سفاک قاتل)ہے(مسنداحمد)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ثقیف میں دو کذابوں کے خروج،اوردوسرے کے پہلے سے زیادہ شریر ہونے اوراس کے مبیر بھی ہونے کاحکم لگایاہے،جس سے مراد''حجاج بن یوسف ثقفی'' ہے،کیونکہ''حجاج بن یوسف''ہی دوسرا شخص ہے،جس کی ولادت اور وفات دونوں ہی ''مختارثقفی'' کے بعد ہیں۔

اوراس حدیث کی سند کے راوی بخاری ومسلم کے راوی ہیں،اور یہ حدیث سند کے اعتبار سے قوی وصحیح ہے۔اوربعض حضرات کا،اس روایت کےایک راوی''ابوصدیق ناجی'' کےتفرد کی وجہ سے اس کے متن کو غیرمحفوظ کہنا راجح نہیں،اس کے تمام راوی معتبر ہیں،اورمتعدد مشاہیرمحدثین نے اس کو مختلف اسانید کےساتھ روایت کیاہے۔ [1]

اولاً تو حضرت اسماء کی حدیث میں''حجاج بن یوسف ثقفی'' کوجھوٹا کہنےکاذکر ہے،اوراسی پرانہوں نے یہ حدیث سنائی ہے۔اورجھوٹا ہونے کے ساتھ اس کےمبیر(سفاک قاتل)ہونے کا بھی ذکر ہے،جو بمقابلہ پہلے کےزیادہ شروالا ہونے کی دلیل ہے۔

دوسرے''صدیق ناجی''نام کےراوی کےثقہ ہونے پرتمام محدثین کااتفاق ہے۔ [2]

تیسرےاس کی تائیددوسری اسناد سےبھی ہوتی ہے۔

چنانچہ امام حاکم نے ابوالصدیق ناجی،اورحصین بن عبدالرحمٰن سلمی،کی دواسناد کےساتھ روایت کیا ہے کہ:

لَـمَّـا ظَـفِرَ الْحَجَّاجُ عَلٰى ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَتَلَهٗ وَمَثَّلَ بِهٖ، ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ عَبْدِ اللّٰـهِ وَهِـىَ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِىْ بَكْرٍ، فَقَالَتْ: كَيْفَ تَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ وَقَدْ قَتَلْتَ ابْنِيْ؟ فَقَالَ: إِنَّ ابْنَكِ أَلْحَدَ فِيْ حَرَمِ اللّٰهِ، فَقَتَلْتُهٗ مُلْحِدًا عَاصِيًا حَتّٰى

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] ع: أبـو الصديق الناجى البصرى بكر بن عمرو، وقيل ابن قيس .سمع: عائشة، وأبا سعيد، وابن عمر، وعنه: الـوليـد بـن مسـلم البصرى، وقتادة، وزيد العمى، وعامر الأحول، وآخرون .مـجـمع على ثقته(تاريخ الإسلام للذهبى،ج٣،ص ١٩١، ١٩٢، تحت رقم الترجمة ٢٩١،باب الكنى)

www.idaraghufran.org

أَذَاقَهُ اللّٰهُ عَذَابًا أَلِيمًا، وَفَعَلَ بِهِ وَفَعَلَ، فَقَالَتْ: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّ الْمُسْلِمِينَ، وَاللّٰهِ لَقَدْ قَتَلْتَهُ صَوَّامًا قَوَّامًا بَرًّا بِوَالِدَيْهِ، حَافِظًا لِهٰذَا الدِّينِ، وَلَئِنْ أَفْسَدْتُ عَلَيْهِ دُنْيَاهُ لَقَدْ أَفْسَدَ عَلَيْكَ آخِرَتَكَ، وَلَقَدْ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ثَقِيفٍ كَذَّابَانِ ،اَلْآخِرُ مِنْهُمَا أَشَرُّ مِنَ الْأَوَّلِ، وَهُوَ الْمُبِيرُ، وَمَا هُوَ إِلَّا أَنْتَ يَا حَجَّاجُ (المستدرک للحاکم،رقم الحدیث ۸۶۰۲،ورقم الحدیث ۸۶۰۳، کتاب الفتن والملاحم)

ترجمہ: جب حجاج بن یوسف، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگیا،تو اس کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ،جن کا نام حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا ہے، کے پاس آیا،حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تو نے میرے پاس آنے کی کیسے اجازت طلب کی،جبکہ تو نے میرے بیٹے کو قتل کردیا ہے،حجاج بن یوسف نے کہا کہ تیرے بیٹے نے اللہ کے حرم میں الحاد کیا تھا،تو میں نے اس کو ملحد، گناہ گار ہونے کی حالت میں قتل کیا ہے۔

یہاں تک کہ اللہ نے اس کو دردناک عذاب کا مزہ چکھادیا ہے،اور اس نے یہ کیا،اور یہ کیا،تو (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ) حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے اللہ کے دشمن،اور مسلمانوں کے دشمن! تو نے جھوٹ کہا،اللہ کی قسم! تو نے بہت زیادہ روزہ رکھنے والے، بہت زیادہ عبادت کرنے والے،اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے، اور اس دین کی حفاظت کرنے والے شخص کو قتل کیا ہے،اور اگر تو نے اس (میرے شہید بیٹے ،عبداللہ بن زبیر) کی دنیا خراب کی ہے،تو یقیناً اس (میرے شہید بیٹے ،عبداللہ بن زبیر) نے تیرے لئے تیری آخرت خراب کر دی ہے،اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی تھی کہ قبیلہ ثقیف میں دو کذاب، برآمد ہوں گے،دوسرا، پہلے سے زیادہ شر والا ہوگا،اور وہ (دوسرا شخص) ''مبیر'' (یعنی سفاک قاتل بھی) ہوگا،اور وہ ''مبیر'' اے حجاج صرف تو ہی ہے(حاکم)

www.idaraghufran.org

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، اور حافظ ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے۔ ۱

اس روایت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ثقیف میں دو کذابوں کے خروج، اور دوسرے کے پہلے سے زیادہ شریر ہونے اور اس کے مبیر بھی ہونے کا حکم لگایا ہے، اور اس روایت میں خود حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے، اس دوسرے شخص سے ''حجاج بن یوسف ثقفی'' کے مراد ہونے کی تصریح ہے۔

اور اس حدیث کے راوی ''ابوصدیق ناجی'' ثقہ ہیں، جن کا ذکر آگے آتا ہے، اور حصین بن عبدالرحمٰن سلمی بھی حافظ، عالی سند اور ثقہ ہیں، ان کی وفات ایک سو چھتیس ہجری میں ہوئی۔ ۲

جبکہ ان کی ولادت تینتالیس ہجری میں بتلائی جاتی ہے۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حجاج کے دورِ ولایت وحکومت، اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت حیات تھے۔ ۳

---

۱ فحدثنا أبو عبد الله محمد بن يعقوب الشيباني، ثنا إبراهيم بن عبد الله السعدي، ثنا روح بن عبادة، ثنا عوف، ثنا أبو الصديق، قال :لما ظفر الحجاج على ابن الزبير فقتله ومثل به، ثم دخل على أم عبد الله وهي أسماء بنت أبي بكر، فقالت :كيف تستأذن علي وقد قتلت ابني؟ فقال :إن ابنك ألحد في حرم الله، فقتلته ملحدا عاصيا حتى أذاقه الله عذابا أليما، وفعل به وفعل، فقالت :كذبت يا عدو الله وعدو المسلمين، والله لقد قتلته صواما قواما برا بوالديه، حافظا لهذا الدين، ولئن أفسدت عليه دنياه لقد أفسد عليك آخرتك، ولقد حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم :أنه يخرج من ثقيف كذابان الآخر منهما أشر من الأول، وهو المبير، وما هو إلا أنت يا حجاج. أخبرناه الشيخ أبو بكر بن إسحاق، أنبأ محمد بن غالب، ثنا أبو عمر الحوضي، وعمرو بن مرزوق، قالا :ثنا شعبة، عن حصين، فذكر الحديث بنحوه، وزاد فيه، فقال الحجاج : صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم وصدقت أنا المبير أبير المنافقين. هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه (المستدرك للحاكم،رقم الحديث ٨٦٠٢و٨٦٠٣، كتاب الفتن والملاحم)

قال الذهبي في التلخيص:صحيح.

۲ ع: حصين بن عبد الرحمن السلمي أبو الهذيل الكوفي، ابن عم منصور بن المعتمر.

روى عن: جابر بن سمرة، وعمارة بن رويبة الصحابيين، وزيد بن وهب، وابن أبي ليلى، وأبي وائل، وأبي ظبيان، وسعيد بن جبير، وعمرو بن ميمون الأودي، وطائفة سواهم .وعنه: شعبة، وأبو عوانة، وفضيل بن عياض، وهشيم، وعباد بن العوام، وعبثر بن القاسم، وزياد البكائي، وآخرون كثيرون آخرهم موتاً علي بن عاصم.وكان ثقة حافظاً عالي السند، عاش ثلاثاً وتسعين سنة.

توفي سنة ست وثلاثين ومائة(تاريخ الإسلام للذهبي، ج٣،ص ٦٣٣، تحت رقم الترجمة ٥١)

۳ حصين بن عبد الرحمن أبو الهذيل السلمي *(ع)الحافظ، الحجة، المعمر، أبو الهذيل السلمي، الكوفي، ابن عم منصور.ولد :في زمن معاوية، في حدود سنة ثلاث وأربعين.

وحدث عن :عمارة بن رويبة الصحابي، وجابر بن سمرة(سير أعلام النبلاء ،ج٥،ص ٤٢٢، رقم الترجمة ١٨٦ ،الطبقة الرابعة)

www.idaraghufran.org

اورابنِ سعد نے اسحاق بن یوسف ازرق سے،انہوں نے عوف بن ابی جمیلہ اعرابی سے اورانہوں نے ابوصدیق ناجی،یعنی بکر بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ الْحَجَّاجَ دَخَلَ عَلٰى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ، فَقَالَ لَهَا: إِنَّ ابْنَكِ أَلْحَدَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ وَإِنَّ اللّٰهَ أَذَاقَهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ وَفَعَلَ بِهٖ وَفَعَلَ، فَقَالَتْ لَهُ: كَذَبْتَ كَانَ بَرًّا بِالْوَالِدَيْنِ صَوَّامًا قَوَّامًا ،وَلٰكِنَّ وَاللّٰهِ لَقَدْ أَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ ثَقِيْفٍ كَذَّابَانِ اَلْآخَرُ مِنْهُمَا شَرٌّ مِنَ الْأَوَّلِ وَهُوَ مُبِيْرٌ (الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد، ج٨،ص ٢٠٠،تحت ترجمة: ”أسماء بنت أبى بكر الصديق“رقم الترجمة ٤٩٨،تسمية النساء المبايعات من قريش وحلفائهم ومواليهم وغرائب نساء العرب)

ترجمہ: حجاج،حضرت اسماءبنتِ ابی بکر کے پاس داخل ہوا،اوران سے کہا کہ تیرے بیٹے نے ،اس بیتُ اللہ میں الحاد کیا تھا،اور بے شک اللہ نے اس کودردناک عذاب کا مزہ چکھا دیا ہے،اوراس نے ایسا، ویسا کیا،تو حجاج کوحضرت اسماء نے فرمایا کہ تو نے جھوٹ بولا،وہ تو والدین کے ساتھ بہت زیادہ نیکی کرنے والے، بہت زیادہ روزے رکھنے والے،اور بہت زیادہ راتوں کوعبادت کرنے والے تھے،لیکن اللہ کی قسم! ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی تھی کہ عنقریب قبیلہ ثقیف میں دو کذاب، برآمد ہوں گے،دوسرا، پہلے سے زیادہ شر والا ہوگا،اور وہ (دوسرا شخص) ''مبیر''(یعنی سفاک قاتل) بھی ہوگا(ابنِ سعد)

اس روایت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ثقیف میں دوکذابوں کےخروج،اوردوسرے کے پہلے سے زیادہ شریرہونے اوراس کے مبیر بھی ہونے کاحکم لگایا ہے۔

اورحافظ ذہبی نے''تاریخِ اسلام''میں اس حدیث کی سند کوقوی کہا ہے۔ [1]

---

[1] إسحاق الأزرق، عن عوف الأعرابى، عن أبى الصديق الناجى، أن الحجاج دخل على أسماء فقال :إن ابنک ألحد فى هذا البيت، وإن الله أذاقه من عذاب أليم، قالت :كذبت، كان برا بوالديه، صواما قواما، ولكن قد أخبرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه سيخرج من ثقيف كذابان، الآخر منهما شر من الأول،وهو مبير،إسناده قوى(تاريخ الإسلام للذهبى، ج٢،ص ٧٨٧، تحت ترجمة”أسماء بنت أبى بكر الصديق“ رقم الترجمة ١،الطبقة الثامنة،حرف الالف)

www.idaraghufran.org

ابوصدیق ناجی ،یعنی بکر بن عمرو بالاتفاق ثقہ ہیں،جنہوں نے حضرت عائشہ،ابوسعید،اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہم سے احادیث کی سماعت کی ہے،اوران کی وفات ایک سوہجری کے کچھ بعد ہے۔ [1]

اوراسماءبنتِ ابی بکررضی اللہ عنہا کی وفات تقریباً اسی (80) ہجری ہے۔

اورعبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت تہتر (73) ہجری میں واقع ہوئی۔

اس وقت یقینی طور پرابوصدیق ناجی حیات تھے۔

اورابنِ عساکر نے ابوصدیق ناجی سے جوحدیث روایت کی ہے،اس کے آخر میں ہے:

فقالت كذبت كان برا بالوالدين صواما قواما والله لقد أخبرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه سيخرج من ثقيف كذابان الآخر منهما أشد من الأول(تاريخ دمشق،لابنِ عساكر،ج۱۲،ص۱۲۱،تحت ترجمة: الحجاج بن يوسف، رقم الترجمة ۱۲۱۷، حرف الحاء)

ترجمہ: توحضرت اسماء نے (حجاج کومخاطب کرکے) فرمایا کہ تو نے جھوٹ بولا،وہ تو والدین کے ساتھ بہت زیادہ نیکی کرنے والے،بہت زیادہ روزے رکھنے والے،اور بہت زیادہ راتوں کوعبادت کرنے والے تھے،اللہ کی قسم! ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی تھی کہ عنقریب قبیلہ ثقیف میں دو کذاب،برآمد ہوں گے،دوسرا،پہلے سے زیادہ شدید (جھوٹا) ہوگا (تاریخِ دمشق)

اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ثقیف میں دوکذابوں کے خروج،اوردوسرے کے پہلے سے زیادہ شدید ہونے کاحکم لگایاہے،اورظاہر ہے کہ''زیادہ شدید''اسی چیز میں ہوگا،جس کا پہلے ذکرکیاگیا،اوروہ''کذاب''ہوناہے۔　　　　(جاری ہے............)

---

[1] ع: أبو الصديق الناجى البصرى بكر بن عمرو، وقيل ابن قيس .سمع: عائشة، وأبا سعيد، وابن عمر، وعنه: الوليد بن مسلم البصرى، وقتادة، وزيد العمى، وعامر الأحول، وآخرون .مجمع على ثقته(تاريخ الإسلام للذهبى،ج۳،ص۱۹۱،۱۹۲، تحت رقم الترجمة ۱۲۹،باب الكنى)

بكر "بن عمرو وقيل بن قيس أبو الصديق الناجى .روى عن ابن عمر وأبى سعيد وعائشة .وعنه قتادة وعاصم الأحول والعلاء بن بشير المزنى والوليد بن مسلم العنبرى ومطرف بن الشخير وهو من أقرانه وغيرهم .قال ابن معين وأبو زرعة والنسائى " :ثقة "قلت :وذكره ابن حبان فى الثقات وقال توفى سنة "108"(تهذيب التهذيب لابنِ حجر،ج۱،ص۴۸۶، تحت رقم الترجمة ۸۹۴، حرف الباء،من اسمه بكر)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

ذکر کے مختلف مراتب

(28-ذوالحجہ-1446ھ)

آج کل بہت سے مشائخ نے زبانی ذکر پر ہی سارا زور رکھا ہوا ہے،مختلف اذکار سب کے لئے تجویز کرتے ہیں، بلکہ سب کوایک ساتھ بٹھا کراجتماعی ذکر کرتے ہیں،خواہ اس کی وجہ سے عمل میں تبدیلی اور بہترائی آئے،یا نہ آئے،اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے،یہی وجہ ہے کہ ان کے مرید ذکر کرتے،کرتے ہی خلافت بھی حاصل کرلیتے ہیں،لیکن ان کے خلفاء کے عمل اوراخلاق درست نہیں ہوتے،اور''ذکرِحقیقی''جودراصل دین کے تمام شعبوں کومحیط ہے،اس کواہمیت نہیں دی جاتی، ان کے یہاں سارے تصوف کا حاصل اورخلاصہ، ہفتہ وار، یا ماہوار''مجالسِ ذکر'' کا قیام بن گیا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

''جنت ودوزخ اورعذاب وثواب کا یادکرنا بھی اللہ ہی کی یاد ہے، کیونکہ ذکر کے مراتب مختلف ہیں۔

پس ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ جیسے بعض لوگ باوجود تقاضا کے چوری نہیں کرتے، مال گزاری اداء کرنے میں سستی نہیں کرتے، کیونکہ ان کوایک چیز یاد آتی ہے،یعنی سزاء وقیدوغیرہ۔

اسی طرح ایسی چیز کو یاد رکھنا، جو معاصی (گناہوں) سے روک دے،اور طاعات (نیک اعمال) پر ہمت کو چست کردے، ذکر اللہ ہے،اب اگرکسی کو جنت ودوزخ کی یاد، معاصی (گناہوں) سے روکے،اس کے واسطے یہی''ذکر اللہ'' ہے، اور جس کو

www.idaraghufran.org

مراقبۂ ذات، معاصی (گناہوں) سے روکے، اس کے واسطے یہی ''ذکرُ اللہ'' ہے۔

اور جس کو یہ چیزیں معاصی (گناہوں) سے نہ روکیں، اس کے واسطے یہ ''ذکرُ اللہ'' حقیقی نہ ہوگی، بلکہ صورتِ ذکر میں داخل ہوگی، اس کو اپنے مناسبِ حال ذکرِ حقیقی کسی محقق سے تجویز کرانا چاہیے، مثلاً بعضوں کے لئے نفس پر جرمانہ مالی کرنا، معاصی (گناہوں) سے مانع (رکاوٹ) ہوتا ہے، ان کے واسطے یہی ذکر ہے۔

یہ حقیقت ہے، ذکر کی، اور یہی جڑ ہے، تمام طریق کی، بلکہ تمام شریعت کی۔......

تمام اعمال سے مقصود ذکر ہے، اور وہی تمام اعمال کی روح اور اساس ہے (وعظ ''اکبر الاعمال'' مشمولہ: خطباتِ حکیم الامت، ج۲، ص۳۷۰ وص۳۷۱، بعنوان ''علم وعمل'' ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت ۱۴۲۷ھ)

پس صرف ایک ''صورتِ ذکر'' کے درپے ہونا، اور حقیقی ذکر کو نظر انداز کردینا، درست نہیں۔

آج کل کے اناڑی مشائخ کی حالت

(08- محرم الحرام-1447ھ)

آج کل بہت سے مشائخ کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو چند دنوں تک کثرت سے ذکر واذکار کا معمول مکمل کرانے کے بعد ان کو خلافت سے سرفراز فرمادیتے ہیں، پھر وہ خلفاء بھی آگے یہی کام کرتے ہیں، بس ان کا سارا زور ذکر پر ہی ہوتا ہے، کوئی کمزور ہو، بوڑھا ہو، بیمار ہو، یا صحت مند ہو، اس سے ان کو کوئی لینا دینا نہیں ہوتا، بس ذکر پر ذکر کرائے جاتے ہیں، اور کسی کو زیادہ ذکر کی طاقت نہ ہو، اسے بھی نہیں بخشتے، کیونکہ ان کے نزدیک بس پیری مریدی ذکر کا ہی نام ہے، اگر یہ نہ کیا، تو کچھ بھی نہ کیا، بے شک وہ مرید ذکر کی کثرت کو برداشت نہ کرسکے، تب بھی اس کی جان نہیں چھوڑتے، یہاں تک کہ اگر وہ اسی حال میں فوت ہوجائے، تو اس کو شہادت کا رتبہ پانے کے اعزاز سے بھی نوازدیتے ہیں۔

اسی قسم کے ایک ضعیف وکمزور مرید کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

www.idaraghufran.org

فرماتے ہیں:

’’شیخ نے فرمایا کہ چوبیس ہزار، ورد ’’اسمِ ذات شریف‘‘ روزانہ کیا کرو، اس (مرید) نے کہا کہ اجی حضرت! چوبیس ہزار بار ’’اسمِ ذات‘‘ کر کے میں کہاں کا رہوں گا، ایک ہی دن میں مرمٹوں گا، فرمایا کچھ حرج نہیں، اگر مر گئے، تو شہید ہوگے، طلبِ خدا میں مشغول ہو، ایسے وقت کی موت، شہادت کے ثواب کی مستحق، بلکہ اعلیٰ درجہ کا شہید بنادیتی ہے۔

خوب درست فرمایا، واقعی اس بے چارے کی شہادت میں تو کچھ کلام نہیں، یہ تو ضرور شہید ہوگا، لیکن آپ بھی ہوشیار رہیں، اس کے شہید کرنے والے تم ہی ہو، اس کو تو جامِ شہادت نصیب ہوا، لیکن آپ کے نامۂ اعمال میں ایک قتلِ عمد کا جرم لکھا گیا، اور قاتل کا خطاب مل گیا۔

چنانچہ ایک شیخ تھے، دہلی میں، وہ تمام مریضوں کو ایک ہی لکڑی ہانکتے، کسی ضعیف وقوی کا کوئی امتیاز نہیں رکھتے تھے، ان کے ہاں جوان، بوڑھے، سب کا وظیفہ عمل یکساں تھا، چنانچہ ایک شخص مرید ہوا، اس کو آپ نے ’’صلاۃِ معکوس‘‘ (الٹا ہوکر نماز پڑھنا) تعلیم فرمائی، اس نے شیخ کا فرمان ہرگز قابلِ روگردانی نہ سمجھا، اور بے چارے نے موافقِ تعلیم شیخ کے ’’صلاۃِ معکوس‘‘ پڑھی، تو دَم نکل گیا، تو جب ان سے تذکرہ ہوا، تو فرمایا، کچھ حرج نہیں، اچھا ہوا، شہید ہوگیا، تزکیۂ نفس کامل طور سے ہوگیا۔......

اس طرح اس مرید کو اگرچہ درجہ شہادت ملا، مگر آپ کے نامۂ اعمال میں ایک قاتل ناحق کا بدنما دھبہ لگ گیا، جو مٹائے بھی نہیں مٹ سکتا‘‘ (وعظ ’’الدنیا والآخرۃ‘‘ مشمولہ: خطباتِ حکیم الامت، ج۱، ص۲۱۸، و۲۱۹، بعنوان ’’دنیا وآخرت‘‘ ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت ۱۴۳۰ھ)

معلوم ہوا کہ سب کو یکساں ذکر کا نسخہ دینے والے مشائخ کی حالت ’’نسخہ باز‘‘ یا ’’عطائی حکیموں‘‘ کی طرح ہے، جن سے بعض مریضوں کو نفع کے بجائے، نقصان ہوتا ہے۔

www.idaraghufran.org

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط 56) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (چونتیسواں حصہ)

(16)......تقی الدین الفاسی:

''علامہ تقی الدین الفاسی'' جن کا پورا نام ''محمد بن أحمد بن علی، تقی الدین، أبو الطیب المکیّ الحسنی '' ہے، ایک عظیم مالکی عالم، اصولِ فقہ کے ماہر، محدث ومؤرخ ہیں، جو 775ہجری (بمطابق 1373ء) میں مکہ میں پیدا ہوئے، 832ہجری میں مکہ میں ہی وفات پائی۔

''محمد بن احمد تقی الدین الفاسی ''اورصرف ''تقی الدین الفاسی '' کے لقب سے زیادہ جانے جاتے ہیں، آپ کی سوانح حیات میں مذکور ہے کہ آپ اچھے اخلاق کے مالک، اچھا میل جول رکھنے والے، نرم خو، اور شیریں گفتگو کرنے والے، ذہین تجربہ کار، اور مختلف علوم میں گہری بصیرت وتجربہ رکھنے والے تھے، دینی ودنیاوی امور کو بھی بخوبی جانتے تھے، لطیف عبارات واشارات کے ذریعے دلوں کو جلاء بخشتے تھے۔ [1]

مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل تھی، خاص طور پر حدیث اور تاریخ کے باب میں، چنانچہ آپ کی محمد ثانہ تصانیف آج بھی علمائے احادیث کے لیے ایک شاہکار کا درجہ رکھتی ہیں، اسی وجہ سے علماء ومحدثین میں ''حافظ الحدیث'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ [2]

---

[1] وکان لطیف الذات، حسن الأخلاق، عارفا بالأمور الدینیة والدنیویة، له غور ودهاء، وتجربة وحسن عشرة، وحلاوة لسان، یجلب القلوب بحسن عبارته ولطیف إشارته (شذرات الذهب، ج۹، ص ۲۹۰، سنة اثنتین وثلاثین وثمانمائة)

[2] محمد بن أحمد بن علی، تقی الدین، أبو الطیب المکیّ الحسنی: مؤرخ، عالم بالأصول، حافظ للحدیث .أصله من فاس، ومولده ووفاته بمکة (الاعلام للزرکلی، ج۵، ص ۳۳۱، تحت الترجمة: التقی الفاسی)

الحافظ تقی الدّین أبو الطّیب محمد بن أحمد بن علی الفاسی ثم المکّی المالکی (شذرات الذهب، ج۹، ص ۲۸۹، سنة اثنتین وثلاثین وثمانمائة)

www.idaraghufran.org

اور بحیثیت مؤرخ آپ کی تصنیف ''العقد الثمن فی تاریخ البلد الأمین '' کا مؤرخین کے نزدیک ایک نمایاں مقام ہے، جو تاریخِ مکہ میں ''أبو عبداللہ الفاکھی ''(متوفی:272ھ) کی ''أخبار مکة'' اور ''الأزرقی ''(متوفی:250ھ) کی ''أخبار مکة'' کے بعد نہایت محققانہ وتحقیقی کتاب ہے، جو کہ امام تقی الدین الفاسی رحمہ اللہ کی طرف سے تصنیف کی گئی، اور اسی وجہ سے آپ ''مؤرخِ مکہ'' کے نام سے بھی مشہور ہوئے۔

تحصیلِ علم

امام تقی الدین الفاسی نے ابتدائی تعلیم تو مکہ مکرمہ میں ہی حاصل کی، جس کے بعد نے آپ نے علوم وفنون میں مزید مہارت حاصل کرنے کے لیے متعدد اسفار کیے، چنانچہ 796ہجری میں آپ حدیث اور تاریخ کے علم میں مہارت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے مدینہ منورہ تشریف لائے، جہاں آپ نے مشہور مالکی محدث و مؤرخ اور قاضیِ مدینہ ''ابن فرحون'' (متوفی: 799ہجری) سے اکتسابِ علم کیا، اور تاریخ پڑھی، اور ''ابن فرحون'' کے بعد آپ دمشق تشریف لے گئے، جہاں آپ نے امام ذہبی (متوفی:748ہجری) کے فرزندِ رشید سے سے علم حاصل کیا، اور اس کے بعد آپ قاہرہ (مصر) تشریف لے گئے، جہاں آپ نے اس وقت کے مشہور مؤرخ ''علامہ ابن خلدون'' سے علم حاصل کیا، آپ اپنی تصانیف میں، علامہ ابن خلدون کو ''شیخنا'' یعنی ''ہمارے شیخ'' لکھتے ہیں، اور منقول ہے کہ مشہور کتاب ''حیاۃُ الحیوان '' کے مصنف ''علامہ دمیری (متوفی:808ہجری) بھی الفاسی کے اساتذہ میں سے ہیں۔

علامہ تقی الدین الفاسی کی ولادت، زمانہ کے جن ادوار میں ہوئی، وہ عہد ''علم تاریخ ومطالعہ تاریخ'' کا ایک سنہرا دور شمار ہوتا ہے، جس میں ''مشہور شارح ومحدث علامہ ابن حجر عسقلانی (متوفی:852 ہجری) علامہ ذہبی (متوفی:748ہجری) زین الدین العراقی (متوفی:806ہجری) علامہ جمال الدین مزی (متوفی: 742ہجری) صلاح الدین الصفدی (متوفی: 764 ہجری) تقی الدین المقریزی (متوفی:845ہجری) ابن خلدون (متوفی: 808ہجری) '' اور ابن فرحون مالکی (متوفی:799ہجری) اور آگے چل کو علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی:911ہجری) جیسی مایہ ناز

www.idaraghufran.org

شخصیات موجود تھیں، ان حضرات کا شمار بیک وقت محدث وفقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخ اسلام کے عظیم مؤرخین میں بھی ہوتا ہے۔ [1]

چنانچہ علامہ تقی الدین الفاسی کو ''تاریخ، ومطالعہ تاریخ'' سے خاص شغف حاصل، اور فطری مناسبت تھی، جو کہ اُس وقت کی ایک خاص اور فطری خصوصیت ہوا کرتی تھی، اور آپ کو شیوخ واساتذہ میں بھی زیادہ ان ہی حضرات سے استفادہ کرنے کا موقع ملا، جو کہ اُس عہد کے عظیم مؤرخین میں سے شمار ہوتے تھے، چنانچہ آپ نے اپنے زمانہ کے جن مشہور علمائے حدیث، مفسرین اور فقہاء سے علم حاصل کیا، ان میں ''علامہ ابن حجر عسقلانی، امام زین الدین العراقی، مجد الدین فیروز آبادی (متوفی: 817ہجری)'' اور دیگر شخصیات شامل ہیں، جبکہ احادیث کے سماع میں آپ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے ساتھ شامل درس بھی رہے۔

وفات

807ہجری میں علامہ فاسی کو قاہرہ کے مالکی علماء کی طرف سے مکہ مکرمہ کا قاضی مقرر کیا گیا، جس کے بعد آپ آخر وقت تک مکہ کے قاضی مقرر رہے، تاہم وفات سے چار سال قبل آپ بصارت سے محروم ہوگئے، جس کی وجہ سے آپ نے عہدۂ قضاء کو خیرآباد کہہ دیا، لیکن بصارت سے محرومی کے باوجود آپ نے علمی مشاغل کو جاری رکھا، جس کی وجہ سے لوگ ان کے علم وفضل وکردار کی تعریفیں کیا کرتے تھے، اور بالآخر 57 سال کی عمر میں 832ہجری (بمطابق 1429ء) کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

---

[1] چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے جو کتبِ تاریخ وسوانح تصنیف کیں ان میں ''الاصابة فی تمییز الصحابه، تقریب التهذیب، تهذیب التهذیب، لسان المیزان، المعجم المفهرس'' اور دیگر کتب شامل ہیں، اور کتبِ حدیث کی شروحات میں جو کتب تصنیف کیں وہ الگ ہیں۔

اور علامہ ذہبی نے جو کتب ترتیب دیں ان میں ''سیر أعلام النبلاء، تذکرة الحفاظ، تاریخ الاسلام، العبر فی خبر من غبر، میزان الاعتدال، مختصر تهذیب الکمال'' ودیگر کتب شامل ہیں۔

اور اسی طرح علامہ جمال الدین المزی کی ''تهذیب الکمال فی أسماء الرجال'' اور صلاح الدین الصفدی کی ''الوافی بالوفیات'' اور علامہ تقی الدین المقریزی کی ''الخطط المقریزیة'' اور ''مختصر الکامل فی الضعفاء'' اور ابن خلدون کی ''تاریخ ابن خلدون'' اور ابن فرحون کی ''الدیباج المذهب'' اور علامہ جلال الدین سیوطی کی ''طبقات الحفاظ'' وغیرہا ذالک لگ بھگ اسی زمانہ میں تالیف کی گئیں۔

www.idaraghufran.org

تصانیف:

علامہ تقی الدین الفاسی ایک کثیر التصانیف شخصیت تھے، آپ کی تصانیف زیادہ تر احادیث وتاریخ کے ابواب پر مشتمل ہیں، آپ نے دیگر کتب جیسے علامہ ذہبی کی ''**سیر اعلام النبلاء**''، علامہ دمیری کی ''**حیاۃ الحیوان**'' اور متعدد کتب کی تلخیص اور تکملے بھی لکھے، لیکن آپ کی اکثر کتب مخطوطوں، یا پھر گردشِ زمانے کی نذر ہوگئیں، جن میں سے چند ایک محفوظ ومطبوع شکل میں ہیں، ان میں ''**العقد الثمین فی تاریخ البلد الأمین**'' مکہ مکرمہ کی تاریخ پر مشتمل ایک مشہور کتاب ہے، بحیثیت مؤرخ یہ کتاب ایک نمایاں مقام رکھتی ہے، اور تاریخ میں وجہ شہرت یہی کتاب ہے، جسے ہر زمانہ میں قبولیت حاصل رہی ہے، اوراس کے علاوہ ''**جواهر الاصول فی حدیث الرسول، الاربعون الحدیث المتباینة المتن والاسناد، ذیل التقیید فی رواة السنن والأسانید، شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام**'' مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔ [1]

---

[1] التّقیّ الفاسی: محمد بن أحمد بن علی، تقی الدین، أبو الطیب المکّی الحسنی: مؤرخ، عالم بالأصول، حافظ للحدیث .أصله من فاس، ومولده ووفاته بمکة .دخل الیمن والشام ومصر مرارا .وولی قضاء المالکیة بمکة مدة .وکان أعشی یملی تصانیفه علی من یکتب له، ثم عمی سنة 828قال المقریزی: کان بحر علم لم یخلف بالحجاز بعد مثله .من کتبه "العقد الثمن فی تاریخ البلد الأمین – ط "ثمانیة مجلدات، علی حروف الهجاء، و "شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام – ط "منتخبات منه، ومختصره " تحفة الکرام بأخبار البلد الحرام – خ "وسماه أیضا "عجالة القری للراغب فی تاریخ أم القری – خ " ومختصر المختصر "تحصیل المرام – خ "و "المقنع من أخبار الملوک والخلفاء – ط "القسم الأول منه و "ذیل کتاب النبلاء للذهبی "مجلدان، "وسمط الجواهر الفاخر – خ "فی السیرة النبویّة، مجلد ضخم فی خزانة الرباط (1401)کتانی) و "إرشاد الناسک إلی معرفة المناسک "و "مختصر حیاة الحیوان "للدمیری، واشترط فی وقف کتبه ألا تعار لمکی، فسرق أکثرها وضاع (الاعلام للزرکلی، ج۵، ص ۳۳۱، تحت الترجمة: التقی الفاسی. 832-775هـ)

وفیها الحافظ تقی الدّین أبو الطّیب محمد بن أحمد بن علی الفاسی ثم المکّی المالکی مفید البلاد الحجازیة وعالمها .ال ابن حجر: رافقنی فی السماع کثیرا بمصر، والشام، والیمن، وغیرها، وکنت أوده وأعظمه وأقوم معه فی مهماته، ولقد سائنی موته وأسفت علی فقد مثله، فلله الأمر، وکان قد أصیب ببصره، وله فی ذلک أخبار، ومکن من قدحه فما أطاق ذلک ولا إفادة .انتهی.

ومن مصنّفاته العقد الثمین فی أخبار البلد الأمین و غایة المرام فی أخبار البلد الحرام .وتوفی بمکة فی رابع شوال (شذرات الذهب، ج۹، ص ۲۹۰، سنة اثنتین وثلاثین وثمانمائة)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء　حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط106)　مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط12)

باجماعت تراویح کا قیام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تراویح کی بنیاد خود آپ نے رکھی۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی چند راتوں میں مسجدِ نبوی میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ باجماعت قیام کیا، مگر یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے، اس لیے آپ نے اس اجتماع کو مستقل صورت نہ دی۔ یوں آپ نے تراویح کی اصل سنت جاری کی لیکن اس کا اجتماعی التزام نہیں فرمایا۔ (بخاری رقم 2012) اسی وجہ سے خلافتِ ابوبکرؓ کے دور میں لوگ الگ الگ اور انفرادی طور پر یا چھوٹے چھوٹے گروپوں میں تراویح پڑھتے رہے۔ (بخاری رقم 2009)

خلافتِ فاروقی کے آغاز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ رمضان کی راتوں میں لوگ مختلف ٹولیوں اور گروہوں کی صورت میں نماز پڑھ رہے ہیں، کہیں دو تین افراد کے ساتھ ایک امام اور کہیں کوئی تنہا۔ اجتماعی عبادت کے تقاضے کے مطابق آپ نے اس معاملے کو منظم کرنے کا ارادہ فرمایا تاکہ مسجد نبوی میں ایک ہی جماعت قائم ہو۔

آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور ایک جلیل القدر قاریِ قرآن حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کر کے سب کو ایک ہی جماعت میں جمع کر دیا۔ صحیح بخاری میں یہ روایت واضح طور پر موجود ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو بہتر ہے۔ (بخاری رقم 2010) اس کے بعد تمام نمازیوں نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں باجماعت تراویح ادا کرنا شروع کی، جسے دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر کہا کہ: **نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ** یعنی یہ کتنی عمدہ بدعت (نیا انتظام) ہے۔

تراویح کی رکعات کی تعداد کے بارے میں اہلِ علم کا اجماع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے

www.idaraghufran.org

ہی بیس رکعت پر رہا(ملاحظہ ہونمازِ تراویح کے فضائل واحکام مصنفہ مفتی محمد رضوان، ناشر کتب خانہ ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل شرعی اصطلاح میں اجتہاد تھا۔ بدعت کا لفظ انہوں نے لغوی معنی میں استعمال کیا، یعنی ایسا انتظام جو پہلے کی موجود سنت کی بنیاد پر نئے اور منظّم طریقے سے کیا گیا ہو۔ چونکہ اصل قیام اللیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی، اس لیے حضرت عمرؓ کا یہ اقدام دین میں نیا اضافہ نہیں بلکہ سنتِ نبوی کا احیاء اور اس کی منظّم شکل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہا نے اسے بدعتِ حسنہ یعنی اچھا اور مستحسن انتظام قرار دیا۔ ائمہ اربعہ اور محدثین نے بیس رکعت کے قیام پر اجماع نقل کیا ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس عمل کی شرعی حیثیت کو سنتِ مؤکدہ کہا۔ امام ابن قدامہ نے المغنی میں لکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس انتظام پر تمام صحابہ متفق تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ریاستی سربراہ کو کتاب وسنت کی روشنی میں امت کے لیے اجتماعی نظم قائم کرنے کا اختیار حاصل ہے

(ملاحظہ ہونمازِ تراویح کے فضائل واحکام مصنفہ مفتی محمد رضوان، ناشر کتب خانہ ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی)

یہ فیصلہ دینی اتحاد کے لیے سنگِ میل ثابت ہوا۔ رمضان کی راتوں میں اہلِ مدینہ ایک امام کے پیچھے متحد ہو کر عبادت کرنے لگے، جس سے اجتماعی روح اور بھائی چارے کو تقویت ملی۔ انفرادی طور پر عبادت کرنے کے بجائے ایک باوقار اجتماع قائم ہوا جو امت کے وحدتِ فکری اور روحانی مرکزیت کا مظہر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقدام نے عبادت کو ایک باضابطہ اور مستقل نظام دیا۔ رمضان کی راتوں میں مسجد نبوی کے اجتماعی قیام نے امت کو یہ سبق دیا کہ عبادات کو منظّم کرنے اور لوگوں کو سہولت دینے کے لیے ریاستی سطح پر انتظامی اجتہاد کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ وہ سنت کی بنیاد پر ہو۔ یہ اقدام صرف ایک عبادتی فیصلے تک محدود نہ تھا بلکہ ریاستی پالیسی کا حصہ بھی تھا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اسلامی ریاست نہ صرف انتظامی اور مالی معاملات میں بلکہ دینی شعائر کے فروغ میں بھی مثبت کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس فیصلے نے آئندہ مسلم حکمرانوں کو یہ اصول دیا کہ وہ سنتِ نبوی اور دینی شعائر کے احیاء اور عبادت کی سہولت کے لیے اجتماعی اقدامات کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اس کی اساس واصل دین میں موجود ہو۔

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

اتحاد کی طاقت

پیارے بچو! گاؤں کے کنارے پر ایک چھوٹا سا پرانا سا گھر تھا، جہاں چار بھائی اپنی ماں کے ساتھ رہتے تھے۔ حارث، ایان، سعد اور معاذ۔ والد کا سایہ ان پر بچپن ہی میں اٹھ گیا تھا، اس لیے یہ سب بھائی ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں ہمیشہ ساتھ کھڑے رہتے۔

گاؤں کے لوگ اکثر کہا کرتے کہ یہ چاروں بھائی جیسے ایک روح کے چار جسم ہیں۔ ان کی ماں بھی انہیں ہمیشہ یہی نصیحت کرتی کہ میرے بیٹو! یاد رکھو، تمہارے درمیان محبت اور اتفاق ہی تمہاری اصل طاقت ہے۔

ایک دن گاؤں کے بڑے زمیندار نے اعلان کیا کہ جو نوجوان قریبی پہاڑی کے چشمے کا پانی گاؤں تک لانے کا انتظام کرے گا، اسے باغ کی پیداوار میں حصہ دار بنایا جائے گا۔ یہ اعلان پورے گاؤں کے لیے حیران کن تھا، کیونکہ چشمے تک پہنچنے کا راستہ نہایت دشوار، پتھریلا اور ڈھلوان والا تھا۔ کئی لوگوں نے پہلے بھی کوشش کی تھی لیکن ناکام ہوئے تھے۔ چاروں بھائیوں کے دل میں خیال آیا کہ یہ کام اگر وہ مل کر کریں تو گاؤں والوں کو پانی کی سہولت بھی ملے گی اور گھر کے حالات بھی بہتر ہو جائیں گے۔

ایک رات سب بھائی صحن میں اکٹھے بیٹھے۔ حارث نے کہا، یہ کام اکیلے کے بس کا نہیں۔ اگر ہم سب ایک ہو جائیں تو کامیابی مل سکتی ہے۔ ایان نے پر جوش لہجے میں جواب دیا، ہم سب ایک ہیں، کیوں نہ ہم یہ کام شروع کریں! سعد نے حساب لگا کر بتایا کہ کتنے اوزار درکار ہوں گے، جبکہ سب سے چھوٹا بھائی معاذ بار بار کہتا رہا، ہم یہ کر کے دکھائیں گے۔ ان کی ماں خاموشی سے یہ باتیں سنتی رہی اور پھر بولی، میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں، مگر یاد رکھنا، ہر قدم پر ایک دوسرے کا سہارا بننا۔ اگلی صبح وہ اوزار لے کر نکلے۔ سورج تیز تھا اور پہاڑی کا راستہ کٹھن۔ کبھی کوئی پھسلتا تو باقی تین بھائی فوراً سہارا دیتے۔ حارث راستہ بناتا، ایان بڑے پتھر ہٹاتا، سعد اوزار سنبھالتا اور معاذ پانی کے

www.idaraghufran.org

بہاؤ کا اندازہ لگاتا۔ دن بھر کی محنت کے بعد انہوں نے چشمے تک ابتدائی نالی بنائی۔ اگرچہ تھک کر چور گئے، مگر دل میں کامیابی کی چمک تھی۔ ماں نے ان کا استقبال کیا اور کہا، یہ صرف آغاز ہے، اصل جیت تمہارے اتحاد میں ہے۔

دوسرے دن بارش نے کام مزید مشکل کر دیا۔ کیچڑ میں پاؤں دھنسنے لگے، کبھی پتھر لڑھک کر راستہ بند کر دیتا۔ ایک موقع پر معاذ کا پاؤں پھسل گیا مگر سعد نے بجلی کی طرح ہاتھ بڑھا کر اسے گرنے سے بچا لیا۔ ایان نے فوراً لکڑیوں اور پتھروں سے عارضی سیڑھی بنائی تاکہ سب محفوظ رہیں۔ ہر بھائی اپنے حصے کا کام ذمہ داری سے کرتا۔ گاؤں کے کچھ لوگ ان کے حوصلے پر حیران تھے اور کچھ ان کی کامیابی کو ناممکن سمجھتے تھے، لیکن بھائیوں کے دلوں میں ایک ہی بات تھی کہ ہم سب ساتھ ہیں، ہم ہار نہیں سکتے۔

ایک دن جب سورج ڈھل رہا تھا، چشمے کا ٹھنڈا اور شفاف پانی نالی کے ذریعے گاؤں کے کھیتوں میں بہنے لگا۔ گاؤں کے لوگ حیران رہ گئے۔ بچے خوشی سے تالیاں بجاتے، عورتیں دعائیں دیتیں۔ زمیندار نے خود آ کر بھائیوں کو گلے لگایا اور کہا، تم نے تو کمال کر دیا! آج سے تم میرے باغ کی پیداوار میں شریک ہو۔ یہ صرف انعام نہیں تھا بلکہ ان کی محنت اور اتفاق کا اعتراف تھا۔

گاؤں کے بزرگوں نے کہا، یہ بھائی ہماری نوجوان نسل کے لیے مثال ہیں۔ اگر یہ الگ الگ رہتے تو یہ کامیابی ممکن نہ تھی۔ بچے بھی ان کی باتیں سن کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر عہد کرنے لگے کہ وہ بھی ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔ گاؤں کے کھیت اب ہرے بھرے ہو گئے تھے اور پانی کی فراوانی نے سب کی زندگی بدل دی تھی۔

گھر واپس آ کر ماں نے سب بیٹوں کو گلے لگایا اور کہا، یہ کامیابی تمہارے اتحاد اور محبت کی بدولت ہے۔ حارث نے مسکرا کر کہا، یہ ہماری نہیں، ہماری ماں کی دعاؤں کی جیت ہے۔ ایان نے کہا، بھائیوں کا ساتھ سب سے بڑی طاقت ہے۔ سعد نے معاذ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا، جب ہم ساتھ ہیں تو پہاڑ بھی چھوٹے لگتے ہیں۔ معاذ نے ہنس کر کہا، یہ تو بس شروعات ہے، آگے بھی ہم سب ساتھ ہیں۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط 95) مفتی طلحہ مدثر

زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ: 13)

معزز خواتین! انسانی جسم میں سب سے زیادہ نمایاں اور اہم حصہ چہرہ ہے۔ جب بھی ہم کسی سے ملاقات کرتے ہیں تو سب سے پہلے جو چیز ہماری توجہ اپنی طرف کھینچتی ہے وہ چہرہ ہوتا ہے، چہرہ محض جسم کا ایک حصہ نہیں بلکہ یہ انسان کی شخصیت کا پہلا تعارف اور اس کی باطنی کیفیت، احساسات اور جذبات کا مظہر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر و بیشتر ہم بندوں کے نام بھول جاتے ہیں، لیکن بائی فیس ہمیں وہ یاد رہتے ہیں، سامنے آنے پر ہم پہچان لیتے ہیں، خوشی، غم، خوف، حیرت، غصہ، محبت، نفرت یہ سب سے پہلے چہرے پر جھلکتے ہیں اور دوسروں کو انسان کی کیفیت سے آگاہ کرتے ہیں، زبان کے ذریعہ غلط بیانی اور جھوٹ بولنا ایک اختیاری عمل ہے، لیکن چہرے کے تاثرات اکثر غیر اختیاری ہوتے ہیں، جس میں دھوکہ اور فریب کا عنصر کم ہوتا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک سے زائد مقامات پر، قیامت کے دن کے حالات کی منظر کشی کرتے ہوئے چہرے کی کیفیت سے ہی انسان کے کامیاب اور ناکام ہونے کو بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (سورة آل عمران، آیت 106)

ترجمہ: اس دن جب کچھ چہرے چمکتے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ پڑجائیں گے۔ (آل عمران)

اور اللہ تعالیٰ کا سورۃ ''قیامۃ'' میں ارشاد ہے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ . (سورة القيامة، 21تا25)

ترجمہ: اس دن بہت سے چہرے تر وتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے، اور بہت سے چہرے اس دن (مرجھائے ہوئے اور) اداس ہوں گے، ان کو یقین ہوگا کہ اب ان کے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جو کمر توڑ دینے والا ہے۔ (قیامۃ)

www.idaraghufran.org

اورسورۃ’’عبس‘‘میں ارشاد ہے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ.(سورہ العبس،آیت۳۷-۴۱)

ترجمہ:اس دن کتنے چہرے روشن ہوں گے،مسکراتے ہوئے،خوش وخرم ہوں گے،اور کتنے ہی چہرے اس دن غبارآلودہوں گے،ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی(عبس)

اورسورہ’’غاشیہ‘‘میں ارشاد ہے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ(سورۃ الغاشیۃ،۱-۲)

ترجمہ: بہت سے چہرے اس دن اترے ہوئے ہونگے،مصیبت جھیلتے ہوئے،تھکن سے چور(غاشیہ)

اوراس کے مقابلے میں جنتی لوگوں کی کیفیت کے بارے میں ارشاد ہے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ لِسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ (سورۃ الغاشیۃ،۸-۹)

ترجمہ:اس دن بہت سے چہرے بارونق ہونگے،اپنی کی ہوئی محنت کی وجہ سے پوری طرح مطمئن(غاشیۃ)

اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ نے چہرے کے حالات،کیفیات کوبطورِمثال کے بیان فرمایا ہے،عربی کے علاوہ بھی ہرزبان میں چہرے کے تاثرات کے بارے میں دسیوں محاورے اورضرب المثل استعمال ہوتے ہیں،جس کی بنیادی وجہ انسان کی شخصیت اور وقار میں چہرے کومرکزی حیثیت کا حاصل ہونا ہے،لہٰذا جب ہم زیب وزینت اورخوبصورتی کا تذکرہ کرتے ہیں،توچہرے کونظرانداز کرناممکن نہیں ہے،اسی وجہ سے چہرے کی خوبصورتی کو برقراررکھنا اسلام میں منع نہیں ہے،بلکہ جائزخوبصورتی کواختیارکرنے کا تو اسلام میں حکم ہے،اس حوالے سے متعدداحادیث کے حوالہ جات کئی مرتبہ نقل کیے جا چکے ہیں،اسلام میں تو پانچ وقت کی نماز کے لیے وضوضروری ہے،اوراس میں چہرہ دھونا فرض ہے،اوراگریہ تسلیم بھی کرلیا جائے،کہ کوئی شخص ایک وضو سے متعددنمازیں پڑھ لیتا ہے،تب بھی اس کے بہتراورثواب ہونے سے تو کوئی اختلاف ہی

www.idaraghufran.org

نہیں لیکن یہ ضروری ہے، کہ اس میں کس حد تک تکلف سے کام لینا درست ہے، اور کتنا غیر ضروری یا لغو ہے، اس کو جان لیا جائے۔

خوبصورتی یا دھوکہ!

دیکھیں ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے ایک کشش سے نوازا ہے، خاص طور پر مسلمان میں ایمان کی رونق کی وجہ سے ایک کشش ہوتی ہے، اس کا خیال رکھنا، صفائی ستھرائی کر لینا، ایک حد تک مصنوعی چیزیں اور کاسمیٹکس استعمال کر لینا برا نہیں، اور اس ممانعت کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے، لیکن جب بات حد سے بڑھ جائے تو پھر اسلام روک ٹوک کرتا ہے، اس لیے چہرے کے حوالے سے کچھ چیزوں کی اجازت ہے، کچھ چیزوں کی ممانعت جس کو ان شاء اللہ آپ تفصیل سے ملاحظہ کریں گی۔

جب ہم خوبصورتی کا لفظ استعمال کرتے ہیں، تو اس سے گورا ہونا مراد نہیں ہے، ہمارے پاکستان ، انڈیا میں خواتین نے خوبصورتی کے لیے گورا ہونا لازمی سمجھ لیا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے، کہ گورا ہونا خوبصورتی کا ایک حصہ ہے، نہ کہ مکمل خوبصورتی گورا ہونا ہی ہے، ایسا نہیں ہے، کہ ہر گورا خوبصورت ہوگا، اور ہر سانوا بدصورت، یہ مشاہدہ کے خلاف ہے، دوسرا ایک خوبصورتی وہ ہے جو قدرتی ہے، اور ایک مصنوعی، مصنوعی خوبصورتی اب ایک دھوکہ بن چکی ہے، لفظ تھوڑا سخت ہے ، لیکن حقیقت یہی ہے، سب سے بہتر میک اپ وہ ہے، جو زیادہ سے زیادہ دھوکہ میں مبتلا کر دے، ایک ہی خاتون کیمرے کی آنکھ سے انتہائی حسین لگے گی، جبکہ قدرتی آنکھ سے بالکل نظر انداز کرنے کو دل چاہے گا، کالے کو گورا کر دینا، موٹے نین نقش والے کو باریک بنا دینا، آنکھوں کو بڑا کر دینا، پلکوں کو ایسا بڑھا دینا، کہ گویا رابعہ بصریہ کی طرح کبھی نظر اٹھے گی ہی نہیں وغیرہ وغیرہ، آسان الفاظ میں جتنا مہنگا میک اپ اتنا بڑا دھوکہ، آپ نے چھوٹا دھوکہ دینا ہے، تو پارٹی میک اپ کروالیں، بڑا دھوکہ دینا ہے، تو برائڈل میک اپ کروالیں، سو اس حوالے سے بات کرنے کو بہت کچھ ہے، لیکن زیادہ ہضم کرنا مشکل ہوجائے گا، اسلام چہرے کے حوالے سے کیا کیا اجازت دیتا ہے، کس چیز سے منع کرتا ہے، اس حوالے سے تفصیلی راہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

گناہ پراعانت اور گناہ کے سبب کی تحقیق (قسط:3)

آج کل گناہ پراعانت اور گناہ کے سبب کا مسئلہ،اہلِ علم اوران کے واسطہ سے،عوام میں زیرِ بحث آتا ہے،اور اس پر موجودہ دور میں مختلف مسائل کومتفرع کیا جاتا ہے،اوراس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی اصل حقیقت کی افہام وتفہیم میں چندعلمی تسامحات کی اتباع کی جاتی ہے۔

اس موضوع پر مفتی محمد رضوان صاحب نے اپنی ایک مفصل علمی وتحقیقی تالیف کے ضمن میں بحث کی ہے،اس تالیف کے مخصوص حصہ کو ذیل میں قسط وار شائع کیا جارہا ہے(......ادارہ......)

علامہ بدرُالدین عینی نے ہدایہ کی شرح میں فرمایا کہ:

’’امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں مکان کا اجارہ، دراصل گھر کی منفعت پر واقع ہوتا ہے،اور کرایہ پر لینے والا ، گناہ میں فاعلِ مختار ہوتا ہے،اس لئے گناہ کی نسبت اس عقد سے منقطع ہوتی ہے۔

اوراگر یہ شبہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کوسب وشتم کرنے سے منع فرمایا ہے،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرفاعلِ مختار کے فعل کا تخلل واقع ہو،تب بھی گناہ کا سبب ہوتا ہے؟

تواس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ہماری (مذکورہ) بحث ’’سببِ محض‘‘ میں ہے۔

لیکن جب ایسا نہ ہو(یعنی سببِ محض نہ ہو) بلکہ سبب،اس عمل کی علت ہو،تو پھر گناہ ہے،اور کافر کوسب وشتم کرنے میں سبب، دراصل علت ہے، کیونکہ یہ دوسرے کے لئے اس فعلِ قبیح کا جالب ومحرک ہے،لیکن گھر کوکرایہ پر دینا،غیرمسلم کواپنی عبادت خانہ بنانے کا جالب ومحرک نہیں،اسی لئے اگراس گھر کوسامان رکھنے کے لئے ،یامحض کرایہ پر دے،تو تب بھی کرایہ دار کواپنی عبادت کرنے کا حق ہے۔

اسی طرح اہلِ فتنہ کواسلحہ فروخت کرنے کا بھی معاملہ ہے کہ یہاں فروخت کرنے والا علت کا مرتکب ہوتا ہے،کیونکہ اسلحہ کے بغیر وہ فتنہ وفساد برپا کرنے پر قادرنہیں ہوتے،اس لئے اسلحہ کی بیع،علت کی علت کے درجہ میں ہوگئی(اور اسلحہ کے علاوہ

www.idaraghufran.org

لو ہے، اور دوسری چیز کو یہ حیثیت حاصل نہیں)'' ؎1

اور علامہ بدرُ الدین عینی نے مذکورہ تالیف میں ہی فرمایا کہ:

''فاعلِ مختار کے فعل، یعنی سبب اور حکم کے درمیان، تخلل واقع ہوگیا، جس نے حکم کی نسبت کو سبب سے منقطع کردیا'' ؎2

اور'' التوضیح فی حل غوامض التنقیح ''میں ہے:

''اگر علت، سبب کی طرف مضاف نہ ہو، بایں طور کہ علت، فعلِ اختیاری ہو، تو یہ

؎1 م :(قال) ش :أى فى "الجامع الصغير :"م :(ومن أجر بيتا ليتخذ فيه بيت نار) ش :للمجوس م :(أو كنيسة) ش :للنصارى م :(أو بيعة) ش :لليهود م :(أو يباع فيه الخمر) ش :لأهل الذمة أو الفسقة من المسلمين م :(بالسواد) ش :يتعلق بالجميع تقديره :من أجر بيتا فى السواد ليتخذ فيه بيت نار وكذلك البواقى......(فلا بأس به) ش :أى بما ذكر من الأشياء م :(وهذا عند أبى حنيفة -رحمه الله -) ش :أى هذا الذى ذكرناه من الجواز عند أبى حنيفة......

(وله) ش :أى ولأبى حنيفة -رحمه الله :-م :(أن الإجارة ترد على منفعة البيت ولهذا تجب الأجرة بمجرد التسليم، ولا معصية فيه) ش :أى فى إجارة البيت م :(وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فيه) ش: أى المستأجر مختار فى فعل المعصية يعنى أن ذلك باختياره، م :(فقطع نسبته عنه) ش :أى قطع نسبة المعصية عن العقد .وفى بعض النسخ :فيقطع نسبه عنه، وهذا كما إذا أخذ من هرب ممن قصده بالقتل حتى قتله لا شيء على الآخر لتخلل فعل فاعل مختار، وكذلك هذا الإثم على الآخر بهذا المعنى.

وقال شمس الأئمة السرخسى -رحمه الله -فى باب الإجارة الفاسدة من "الأصل :"وهو كمن باع جارية ممن لا يستبرئها أو يأتيها من غير المأتى لم يأثم من فعل المشترى .وكذا قوله :فيمن باع غلاما قصد الفاحشة .فإن قلت :ألا ترى أن قوله سبحانه وتعالى:"ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله"الآية، حرم المسبب وإن تخلل فعل فاعل مختار.

وقلت :الكلام فى المسبب المحض، أما إذا كان سببا بعمل العلة فلا وسب الكافر والضم كذلك، لأنه يبعث لهم ذلك على الفعل القبيح، بخلاف إجارة البيت، لأنه لا يحمل المستأجر على اتخاذه بيت نار، ولهذا لو أجر داره ليضع فيها متاعا، أو ليكن تحت الأجرة، لأنه لم يتعلق الإجارة بما قال، بخلاف بيع السلاح من أهل الفتنة، لأن البائع يعمل العلة، لأنهم لا يتمكنون من إثارة الفتنة إلا بالسلاح ليكون البيع منهم بمنزلة علة العلة(البناية شرح الهداية، ج ١٢،ص ٢٢٠، ٢٢١،كتاب الكراهية،فصل فى البيع)

علة العلة :كما فى الرمى سبب للقتل من حيث إنه سبب للعلة فالموت لم يحصل بمجرد الرمى بل بالواسطة فأشبه ما لا يحصل الحكم إلا به(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٢٤، ص١٤٧، مادة"سبب"حرف السين)

؎2 (ولأن تخلل فعل فاعل مختار) ش :بين السبب والحكم م :(يقطع النسبة) ش :أى نسبة الحكم إلى السبب م :(كما فى الحافر مع الملقى) ش :أى كما فى حافر البئر على قارعة الطريق مع الذى ألقاه، أى دفعه إلى البئر حيث يضاف الضمان إلى الدافع لا إلى الحافر(البناية شرح الهداية، ج ١٣،ص ٢٣٩،كتاب الديات،باب ما يحدثه الرجل فى الطريق)

www.idaraghufran.org

’’سببِ حقیقی‘‘ ہوتا ہے، جس کی طرف حکم کی اضافت نہیں کی جاتی‘‘ [1]

اور’’الفتاویٰ الھندیۃ‘‘ میں بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک غیر مسلم کے مسلمان کا گھر شراب بیچنے کے لئے کرایہ پر لینے کے جائز ہونے کی تصریح ہے۔ [2]

اسی طرح فتاویٰ سراجیہ میں بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسلمان کے گھر کو غیر مسلم کے گرجا گھر بنانے ،اور شراب فروخت کرنے کے لئے کرایہ پر لینے ،اوراسی طرح ، یہودی کے عبادت خانہ کی تعمیر کے لئے مسلمان کے اجرت پر کام کرنے ،اور کافر کے لئے محض شراب اٹھا کر لے جانے کی مزدوری کرنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ [3]

چونکہ گرجا گھر بنانے اور شراب فروخت کرنے ،اور اجارہ پر شراب کو منتقل کرنے کے افعال زیادہ تر غیر مسلموں کی طرف سے سرانجام دیئے جاتے ہیں،اس لئے بعض حضرات نے غیر مسلموں کے الفاظ کے ساتھ ان مسائل کو بیان کردیا،اور بعض نے مطلق الفاظ میں بیان کردیا،جس سے معلوم ہوا کہ یہ قید احترازی نہیں،اور جواز کی علت بھی عموم کی مقتضی ہے۔

جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بعض حضرات نے جو مذکورہ معاملات کے جواز کو ذمی اور غیر مسلم کے ساتھ مختص رکھا ہے، یہ راجح قول پر مبنی نہیں۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک کرایہ واجارہ کا معاملہ کرنا، نہ تو معصیت ہے،اور نہ معصیت کا سبب ہے،البتہ گناہ کی نیت، یا تصریح کرنا، گناہ ہے،اور جو شخص بھی گناہ کی نیت، یا گناہ کی تصریح کرے

---

[1] (وإن لم تكن مضافة إليه) أى العلة مضافة إلى السبب .(نحو أن تكون) أى العلة (فعلا اختياريا فسبب حقيقى) لا يضاف الحكم إليه(التوضيح فى حل غوامض التنقيح لصدر الشريعة المحبوبى ، ج۲، ص۲۷۵ ،القسم الثانى من الكتاب فى الحكم، باب فى الحكم ،القسم الثانى من الحكم وهو الذى يكون حكما بتعلق شىء بشىء آخر)

[2] إذا استأجر الذمى من المسلم بيتا ليبيع فيه الخمر جاز عند أبى حنيفة -رحمه الله تعالى -خلافا لهما. كذا فى المضمرات(الفتاوى الهندية، ج۴،ص ۴۴۹، كتاب الاجارة،الباب السادس عشر فى مسائل الشيوع فى الإجارة)

[3] آجر بيتا ليتخذ فيه بيت نار اور بيعة،او كنيسة ،اويباع فيه الخمر لاباس به عند ابى حنيفة خلافا لهما،آجر نفسه ليعمل له فى الكنيسة ويعمرها لاباس به،يهودى استاجر مسلما ليحمل له خمرا جاز(الفتاوىٰ السراجية،ص۴۱۳ ، كتاب الاجارات،باب مايكره من الاجارة ومالايكره،مطبوعة: ايچ،ايم،سعيد كمپنى، كراچى)

www.idaraghufran.org

گا، وہ اپنی نیت اور تصریح کے حسبِ حال گناہ گار ہوگا، اگر کافر ہو، تو وہ بھی گناہ گار ہوگا۔

اور فتاویٰ سراجیہ ہی میں ہے کہ:

لاباس بان یختلف الرجل الٰی ارض الحرب للتجارة مالم یحمل سلاحا او کراعا (الفتاویٰ السراجیة، ص ۷۴، کتاب الکراھة والاستحسان، باب باب البیع والشراء، مطبوعة: ایچ، ایم، سعید کمپنی، کراچی)

ترجمہ: کوئی حرج نہیں کہ آدمی، اہلِ حرب کے ملک میں تجارت کے لئے جائے، بشرطیکہ اسلحہ اور گھوڑوں کو (جو اس زمانہ میں، آج کل کے ٹینکوں وغیرہ کی طرح قتال کا ذریعہ تھے) وہاں لے کر نہ جائے (فتاویٰ سراجیہ)

اسی بات کی تائید حنفیہ کی بعض دیگر کتبِ معتبرہ سے بھی ہوتی ہے، جن میں اہلِ حرب کے ساتھ حلال چیزوں کی تجارات و معاملات کو جائز قرار دیا گیا ہے، سوائے ان کو اسلحہ فروخت کرنے کے۔

البتہ بعض مخصوص معاملات، کافر کے ساتھ ممنوع، یا مکروہ ہیں، جیسا کہ شرکتِ مفاوضہ وغیرہ، اگرچہ وہ ذمی کافر کیوں نہ ہو، چہ جائیکہ حربی کافر ہو۔ [1]

اور چونکہ گناہ کی نیت، یا تصریح کرنا، گناہ ہے، تو اگر ان میں سے کوئی بات نہ پائی جائے، البتہ قرائن، یا حالات سے یہ معلوم ہو کہ شیرہ کو خریدنے، یا مکان کو کرایہ پر لینے، والا اس شیرہ سے شراب بنائے گا، یا اجارہ پر دیئے گئے مکان و دوکان میں کنیسہ، وگرجا گھر وغیرہ بنائے گا، تو اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گناہ بھی لازم نہیں آتا، اس صورت کو بھی فقہائے کرام نے الگ سے بیان کیا ہے، اور واضح کیا ہے کہ دوسرے فقہاء جو اس صورت میں گناہ کی اعانت کے قائل ہیں، وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک درست نہیں، اور اس میں گناہ پر اعانت کرنا، یا گناہ کا سبب بننا نہیں پایا جاتا، کیونکہ اس کا مقصود تو تجارت اور بیع وشراء ہے، اور شیرہ کی بیع کے مسئلہ میں گناہ، بعینہٖ اس شیرہ پر قائم نہیں ہوتا، مگر اسی وقت جبکہ اس میں تغیر کر لیا جائے۔

---

[1] قال :(ولا تجوز المفاوضة بین المسلم والذمی فی قول أبی حنیفة ومحمد رحمهما الله) وقال أبو یوسف -رحمه الله :-یجوز ذلک، وهی مکروهة(المبسوط، لشمس الأئمة السرخسی، ج ۱۱، ص ۱۹۶، کتاب الشرکة،باب خصومة المفاوضین فیما بینهما،المفاوضة بین المسلم والذمی)

www.idaraghufran.org

اور کرایہ پر دینے کے مسئلہ میں گناہ دوسرے فاعلِ مختار کے فعل کے ساتھ قائم ہے، اس لئے اس گناہ کی نسبت، بیچنے اور کرایہ پر دینے والے کی طرف نہیں کی جائے گی، اور وہ دوسرے کے قصد وعمل کا بوجھ اٹھانے والا شمار نہیں ہوگا، اور یہاں معقود علیہ گناہ والا فعل نہیں۔

چنانچہ صاحبِ شرح وقایہ، صاحبِ مجمع الانہر، صاحبِ الاختیار، صاحبِ ہدایہ، اور دیگر بہت سے فقہائے حنفیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ [1]

ابوبکر جصاص نے بھی ''شرح مختصر الطحاوی'' میں محارب اہلِ فتنہ اور کفار کو اسلحہ فروخت کرنے کے مکروہ ہونے کا حکم بیان کیا ہے، جیسا کہ پہلے گذرا۔ [2]

اور پھر ابوبکر جصاص نے دوسرے مقام پر انگور کا شیرہ فروخت کرنے کے جائز ومباح ہونے کا حکم بیان کیا ہے، خواہ دوسرے کے اس سے شراب بنانے کا خوف ہو، یا نہ ہو، اور گناہ کا ذمہ دار اس شیرہ

---

[1] (وبيع العصير ممن يتخذ خمرا)، فإن المعصية لا تقوم بعين العصير، بخلاف بيع السلاح ممن يعلم أنه من أهل الفتنة، فإن المعصية تقوم بعينه.

(وحمل خمر ذمي بأجر هذا عند أبي حنيفة -رضي الله عنه -، وعندهما :لا يجوز، ولا يحل له الأجر(وإجارة بيت بالسواد ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة، أو يباع فيه الخمر)، هذا عند أبي حنيفة -رضي الله عنه - لتحلل فعل الفاعل المختار، وقالا :لا يجوز(شرح الوقاية، ج۵ص ۱۰۴، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

(ويجوز بيع العصير) أي عصير العنب (ممن) يعلم أنه (يتخذه خمرا) ؛ لأن المعصية لا تقوم بنفس العصير بل بعد تغيره فصار عند العقد كسائر الأشربة من عمل ونحوه بخلاف بيع السلاح من أهل الفتنة لأن المعصية تقوم بعينه(مجمع الانهر، ج۲، ص۵۴۸، كتاب الكراهية)

قال: (ولا بأس ببيع العصير ممن يعلم أنه يتخذه خمرا) لأن المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره.......

وعلى هذا الخلاف إذا آجر بيتا ليتخذه بيت نار أو بيعة أو كنيسة في السواد .لهما أنه أعانه على المعصية، وله أن العقد ورد على منفعة البيت حتى وجبت الأجرة بالتسليم وليس بمعصية، والمعصية فعل المستأجر وهو مختار في ذلك(الاختيار لتعليل المختار، ج۴، ص۱۶۲، كتاب الكراهية،فصل في الإحتكار)

ولا بأس ببيع العصير ممن يعلم أنه يتخذه خمرا "؛ لأن المعصية لا تقام بعينه بل بعد تغييره، بخلاف بيع السلاح في أيام الفتنة لأن المعصية تقوم بعينه.

قال ومن أجر بيتا ليتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر بالسواد فلا بأس به "وهذا عند أبي حنيفة، وقالا :لا ينبغي أن يكريه لشيء من ذلك؛ لأنه إعانة على المعصية .وله أن الإجارة ترد على منفعة البيت، ولهذا تجب الأجرة بمجرد التسليم، ولا معصية فيه، وإنما المعصية بفعل المستأجر، وهو مختار فيه فقطع نسبته عنه(الهداية، ج۴، ص۳۷۸، كتاب الكراهية،فصل في البيع)

[2] وكره بيع السلاح من أهل الفتنة، وفي عساكر الفتنة، ولا بأس ببيعه في الأمصار، وممن لا نعرفه من أهل الفتنة.وكل ذلك لأن في بيعه من أهل الفتنة معونة لهم عليها، كما يكره بيع السلاح من أهل الحرب(شرح مختصر الطحاوي، ج۸، ص۵۶۰، كتاب الكراهية،مسألة :بيع السلاح لأهل الفتنة)

www.idaraghufran.org

سے شراب بنانے والے کو قرار دیا ہے، اور ریشم اور زیور کے مرد کو فروخت کرنے کو بھی جائز ومباح قرار دیا ہے، خواہ مرد اس کو خود پہنے، جبکہ مرد کو ریشم اور زیور کا پہننا حرام ہے۔

اور فرمایا کہ اہلِ فتنہ کو اور عساکرِ فتنہ میں اسلحہ کی بیع اس لئے مکروہ ہے کہ اسلحہ سے اسی حالت میں قتال کیا جاتا ہے، اور اس سے مقصود قتال ہی ہوتا ہے، اور اہلِ فتنہ کی طرف سے اس اسلحہ کا استعمال، فتنہ برپا کرنے کے ساتھ مختص ہے، اور دوسرے طریقہ سے انتفاع بظاہر منتفی ہے، جبکہ شیرہ سے اسی حالت میں انتفاع جائز ہے، اور شراب معقود علیہ نہیں۔ [1]

اور علامہ قاضی زادہ آفندی (المتوفیٰ: 988ھ) نے ہدایہ کی شرح "تکملۃ فتح القدیر" میں فرمایا کہ راجح یہ ہے کہ اگر کسی نے مکان رہنے، اور جائز کام کے لئے کرایہ پر دیا، اور پھر کرایہ دار نے اس میں

قال :(ولا بأس ببيع العصير من كل أحد :خاف البائع أن يتخذه المشترى خمرا، أو أمن ذلك)
وذلك لأن العصير مباح جائز التصرف فيه، وإنما المأثم على من يتخذه خمرا لشربها، فأما البائع فلا شيء عليه في ذلك، كبيع الحرير والحلي من الرجال :فهو جائز مباح وإن لم يأمن أن يلبسه الرجل، أو يستعمله فيما لا يجوز .فإن قيل :فقد كرهتم بيع السلاح في الفتنة، وفي عساكر الفتنة، فهلا كان كذلك بيع العصير ممن يتخذه خمرا؟قيل له :الفصل بينهما :ان السلاح على هيئته هذه يستعان به على القتال، فإذا كان زمان الفتنة :كره بيعه ممن يستعين به عليها، كما يكره إعطاء صاحب الفتنة من الخوارج وأهل الحرب، وأما العصير فلا بأس بالانتفاع به على هيئته كيف شاء صاحبه، وإنما المحظور منه بعد استحالته خمرا، وليست هي المعقود عليها في الحال.فإن قيل :فينبغي أن يكره بيع الحرير والحلي من الرجال؛ لأنهما على هيئتهما ينتفع بهما في الجهة المحظورة.قيل له :لم نقل إن بيع السلاح مكروه، لأجل إمكان الانتفاع به على هذه الهيئة في الوجه المحظور، دون أن تكون الحال دالة عليه، وهو إن يكون في عسكر الفتنة، أو زمان الفتنة مع ما وصفنا من حاله .وأما الحرير والحلي، فليس لهما حال ظاهرة يمنع ببيعهما وإن كان الانتفاع بهما ممكنا على الوجه المحظور، وبيع العصير يشبه من هذه الجهة بيع الحرير والحلي من الرجال، إذ ليست ها هنا حال ظاهرة يقتضي أن يكون شراء العصير لأن يتخذ خمرا، فوجب أن لا يمنع بيعه.
وأما ما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم" :أنه لعن الخمر، وعاصرها، ومعتصرها، وحاملها، وبيعها :"فما ذكر في الخبر فلا دلالة عليه على مسألتنا؛ لأن ذلك وارد في الخمر، وكلامنا في عصير ليس بخمر.
فإن قيل :إنما عنى عاصر العنب للخمر، فينبغي أن يكون بائع العصير للخمر مثله.قيل له :قولك إنه عنى عاصر العنب للخمر :دعوى لا دلالة عليه من الخبر، لأن الخمر نفسه قد يجوز أن يعتصر، بأن يطرح العنب في الإناء حتى ينشى ويغلي، ثم يعصر، فيكون عاصرا
للخمر، وهذا الذي اقتضاه ظاهر الخبر؛ لأنه لعن عاصر الخمر، فينبغي أن يكون خمرا في حال العصير.
وعلى أنا ننهى أيضا عن عصير العنب للخمر، ومن فعل ذلك فهو عاصر، وإنما مسألتنا فيمن باع ولم يعصره، وإنما خاف أن يعصره المشترى، فلا يكون البائع منهيا عنه لأجل فعل يحدث بعده من غيره (شرح مختصر الطحاوى، ج٦،ص ٣٩١ و ٣٩٢،كتاب الأشربة وأحكامها،مسألة:بيع عصير العنب ممن يجعله خمرا)

www.idaraghufran.org

گرجا گھر بنایا، یا شراب فروخت کی، تو یہ بلا اختلاف جائز ہے، اور اگر ابتداء میں ہی اس مقصد کے لئے کرایہ پر دیا، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے۔

اور یہ سمجھنا کہ یہ آخری صورت امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی ممنوع، یا مکروہ ہے، یہ درست نہیں۔

کیونکہ امام محمد نے ''الجامعُ الصغیر'' میں تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اپنے مکان کو اس مقصد کے لئے کرایہ پر دینا، تاکہ کرایہ پر لینے والا، اس میں گرجا گھر بنائے، یا شراب کو فروخت کرے، یہ جائز ہے، کیونکہ اس میں فاعلِ مختار کے فعل کا تخلل موجود ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف و امام محمد کے اختلاف کو نظر انداز کر کے، جن حضرات نے دونوں اقوال کو خلط ملط کر دیا، وہ درست نہیں۔ [1]

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''ردُّ المحتار'' میں ہے کہ:

(قوله: لأنه إعانة على المعصية) ؛ لأنه يقاتل بعينه، بخلاف ما لا يقتل به إلا بصنعة تحدث فيه كالحديد، ونظيره كراهة بيع المعازف؛ لأن المعصية تقام بها عينها، ولا يكره بيع الخشب المتخذة هي منه، وعلى هذا بيع الخمر لا يصح ويصح بيع العنب .والفرق فی ذلک كله ما ذكرنا فتح ومثله فی البحر عن البدائع، وكذا فی الزيلعی لكنه قال بعده وكذا لا يكره

[1] قال شيخ الإسلام :وأراد بهذا إذا استأجرها الذمی ليسكنها، ثم أراد بعد ذلک أن يتخذ كنيسة أو بيعة فيها، فأما إذا استأجرها فی الابتداء ليتخذها بيعة أو كنيسة لا يجوز إلى هنا لفظ الذخيرة والمحيط .قال: بعض المتأخرين بعد نقل ذلک عن صاحب المحيط :ولا خفاء فيما بينه وبين ما ذكره المصنف من التنافی . أقول :إن التنافی بينهما ممنوع .إذ يجوز أن يكون بناء قول شيخ الإسلام فأما إذا استأجرها فی الابتداء ليتخذها بيعة أو كنيسة لا يجوز على قول أبی يوسف ومحمد فی هذه المسألة، لكون مختار نفسه قولهما، وإنما يلزم التنافی بينهما .أن لو قال لا يجوز عند أبی حنيفة أو قال لا يجوز عندهم جميعا وليس فليس . وذكر أحد القولين فی المسألة الخلافية بدون بيان الخلاف ليس بعزيز فی كلام الثقات .وعن هذا نرى كثيرا من أصحاب المتون يذكرون قول أبی حنيفة فی كثير من المسائل الخلافية بدون بيان الخلاف .ثم الشراح يبينون الخلاف الواقع فی ذلک، وكيف لا يكون مراد شيخ الإسلام بقوله المزبور ما ذكرناه.. وقد صرح محمد -رحمه الله -فی الجامع الصغير بأنه لا بأس عند أبی حنيفة أن تؤاجر بيتک ليتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع الخمر فيه بالسواد .وهل يليق بمثل شيخ الإسلام أن يغفل عن مسألة الجامع الصغير.ثم قال ذلک البعض :ثم كلام المصنف صريح فی أن إجارة البيت ليباع فيه الخمر مع كونه معصية إنما صحت عند أبی حنيفة لتخلل فعل فاعل مختار(تكملة فتح القدير لقاضی زاده آفندی، ج١٠ ،ص٦٠ ،كتاب الكراهية،فصل فی البيع)

www.idaraghufran.org

بيع الجارية المغنية والكبش النطوح والديك المقاتل والحمامة الطيارة؛ لأنه ليس عينها منكرا وإنما المنكر في استعمالها المحظور .اهـ.

قلت: لكن هذه الأشياء تقام المعصية بعينها لكن ليست هي المقصود الأصلي منها، فإن عين الجارية للخدمة مثلا والغناء عارض فلم تكن عين المنكر، بخلاف السلاح فإن المقصود الأصلي منه هو المحاربة به فكان عينه منكرا إذا بيع لأهل الفتنة، فصار المراد بما تقام المعصية به ما كان عينه منكرا بلا عمل صنعة فيه، فخرج نحو الجارية المغنية؛ لأنها ليست عين المنكر، ونحو الحديد والعصير؛ لأنه وإن كان يعمل منه عين المنكر لكنه بصنعة تحدث فلم يكن عينه.

وبهذا ظهر أن بيع الأمرد ممن يلوط به مثل الجارية المغنية فليس مما تقوم المعصية بعينه، خلافا لما ذكره المصنف والشارح في باب الحظر والإباحة، ويأتي تمامه قريبا (قوله: يكره لأهل الحرب) مقتضى ما نقلناه عن الفتح عدم الكراهة، إلا أن يقال: المنفي كراهة التحريم والمثبت كراهة التنزيه؛ لأن الحديد وإن لم تقم المعصية بعينه لكن إذا كان بيعه ممن يعمله سلاحا كان فيه نوع إعانة تأمل (رد المحتار، ج۴،ص ۲۶۸، کتاب الجهاد،باب البغاة)

ترجمہ: اور یہ کہنا کہ دشمنوں کو اسلحہ کی بیع میں گناہ پر تعاون کرنا، پایا جاتا ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ بعینہ اس اسلحہ سے قتال کیا جاتا ہے، برخلاف اس چیز کے،جس سے قتال،ایسی صنعت کے بعد کیا جاتا ہے، جو اس میں پیدا ہوتی ہے، جیسا کہ لوہا،تو وہ ممنوع نہیں،اور اس کی مثال معازف (باجوں کے آلات) کی بیع مکروہ ہونے کی ہے، کیونکہ گناہ اس (اسلحہ) کی عین وذات کے ساتھ قائم ہوتا ہے،لیکن اس لکڑی کی بیع مکروہ نہیں،جس سے معازف (باجوں کے آلات) کو بنایا جاتا ہے،اور یہی حکم شراب کی بیع کا بھی ہے کہ وہ صحیح نہیں،لیکن انگور (اور اس کے شیرہ) کی بیع صحیح ہے،اور ان سب چیزوں میں فرق وہی ہے، جو ہم نے ذکر کیا، فتح القدیر،اور اس کے مثل بحر میں بدائع سے نقل کیا گیا ہے۔

اور اسی طرح زیلعی میں ہے،لیکن اس کے بعد زیلعی نے فرمایا کہ گانے والی باندی،اور

www.idaraghufran.org

مقابلہ کرنے والے مینڈھے (بیل) اورلڑائی والے مرغ،اوراڑنے والے کبوتر کی بیع بھی مکروہ نہیں، کیونکہ یہ بذاتِ خودمنکر نہیں،بس منکرتوان کاناجائز طریقہ پراستعمال کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان چیزوں کی ذات کے ساتھ گناہ تو قائم ہوتا ہے،لیکن ان چیزوں سے گناہ مقصودِ اصلی نہیں ہوتا، کیونکہ باندی کا عین تو مثلاً خدمت کے لئے ہوتا ہے،اور گانا، عارض ہے،اس لئے یہ عین منکر نہیں، برخلاف اسلحہ کے، کیونکہ اس کا مقصودِ اصلی لڑائی کرنا ہے،اس لئے اس کی ذات منکر کہلائے گی،جبکہ اہلِ فتنہ کو فروخت کیا جائے،پس جس چیز کے ساتھ گناہ قائم ہو،اس سے مراد یہ ہوا کہ اس کی ذات اس طرح منکر ہو کہ اس میں کوئی فعلِ صنعت نہ ہو،پس اس سے گانے والی باندی خارج ہوگئی، کیونکہ وہ عین منکر نہیں،اورلوہا،اورشیرہ وغیرہ بھی خارج ہوگیا، کیونکہ اگرچہ اس سے عین منکر والاعمل سرانجام دیا جاتا ہے،لیکن وہ جدید صنعت کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے،اس لئے اس کا عین بھی منکر نہیں۔

اوراس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ امرَد (غلام ولڑکے) کی اس شخص کو بیع کرنا، جواس کے ساتھ لواطت کرے، وہ گانے والی باندی کی طرح ہے،پس وہ ان چیزوں میں سے نہیں،جن کے عین کے ساتھ گناہ قائم ہوتا ہے، برخلاف اس کے،جس کو شارح نے بابِ حظر واباحہ میں ذکر کیا ہے،اور یہ سب،قریب میں آتا ہے۔

یہ کہنا کہ اہلِ حرب کو لوہا فروخت کرنا،مکروہ ہے،ہم نے فتح القدیر سے جو نقل کیا ہے،وہ مکروہ نہ ہونا ہے،البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مکروہ تحریمی کی نفی،اور کراہتِ تنزیہی کا اثبات ہے، کیونکہ لوہے کے عین کے ساتھ اگرچہ گناہ قائم نہیں ہوتا،لیکن جب اس کی بیع اس (حربی) شخص کو کی جائے، جواس سے اسلحہ بنائے،تو اس میں ایک قسم کی اعانت پائی جاتی ہے،غور کرلو (ردالمحتار)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی اعانت حرام، یا مکروہ تحریمی نہیں کہلاتی،اورامام ابوحنیفہ کے نزدیک جو گناہ فاعل مختار کے اپنے فعل سے قائم ہو،اس کا گناہ بھی اسی فاعلِ مختار کے ذمہ ہے۔(جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

’’رسومِ افتاء واصولِ افتاء‘‘ پر کلام (قسط:8)

دوصورتوں میں دیگر فقہاء کے قول پر عمل وفتوی کا تصور

اس کے بعد فاضل موصوف نے لکھا کہ:

’’البتہ صرف دوصورتوں میں دوسرے فقہاءِ کرام کے قول پر عمل کرنے، یا فتویٰ دینے کی گنجائش ہے‘‘(کمیشن اور بروکری کے جدید مسائل،ص۱۵۲،مطبوعہ: مکتبہ معارف السنۃ،کمیٹی چوک،راولپنڈی،طبع اول۲۰۲۴ء)

تبصرہ:......فاضل موصوف نے خود فقہائے حنفیہ کی طرف سے مجتہدین ومقلدین کی اقسام اوران کے وظائف کی تشریح وتعیین کئے بغیر نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ اپنے تئیں، اپنے اوراپنے چند متبوعین کے بیان کردہ چنداقوال کوفتوے کے اصول سمجھ کر دنیا کے تمام مقلدین کودوسرے فقہائے کرام کے قول پر عمل کرنے، یا فتویٰ دینے کی گنجائش ہونے کا حکم صادر فرما دیا۔

اور یہ تک واضح نہیں کیا کہ وہ خوداوران کے متبوعین، مقلدین کی کونسی قسم میں داخل ہیں، گویا کہ دنیا جہاں میں بسنے والے تمام مقلدینِ احناف کے لئے دوصورتوں کے علاوہ، دوسرے فقہائے کرام کے قول پر عمل کرنے، یا فتویٰ دینے کی قطعی گنجائش نہیں۔

اورگویا کہ فاضل موصوف کوفقہ پر زبردستی کا قبضہ جما کر بیٹھ جانے کا دنیا جہاں کے تمام مقلدین نے استحقاق فراہم کردیا ہو۔

جبکہ واقعہ یہ ہے کہ موصوف اوران کے متبوعین عامی شخص کے لئے بھی جمہور حنفیہ کی طرف سے مذہبِ معین کی پابندی واجب نہ ہونے کے راجح قول کے ترک کرنے پر موثر دلائل قائم نہیں کر سکے، اورمرجوح اقوال پر مبنی اقوال کواختیار کرکے، اپنے اور پرائے فقہائے کرام، اوراپنے اور غیر مذاہب

www.idaraghufran.org

کی تقسیم، اوراس کے لیے خود اپنی طرف سے اس طرح کی شرائط درشرائط عائد کرکے، لوگوں کے لئے دین میں تنگی اور حرج پیدا کئے ہوئے ہیں، اوپر سے جو شخص ان کو سیدھی راہ دکھائے، اس کے خلاف اس طرح کی حرکات کا ارتکاب کرتے ہیں، جن کی دلائل کے تناظر میں زیادہ اہمیت نہیں۔

اس لئے فاضل موصوف نے جو صرف دو صورتوں میں دوسرے فقہائے کرام کے قول پر عمل کرنے، یا فتویٰ دینے کا حکم صادر فرمایا، ہم نہ اس کو اپنے اوپر حجت سمجھتے، اور نہ ہی عوام پر حجت سمجھتے، اور جن حوالہ جات کے تناظر میں فاضل موصوف اس قسم کی چیزوں کا استخراج کرتے ہیں، ہم ان کو بھی ان سے بڑے درجہ کے محققین ومجتہدین کے سینکڑوں حوالہ جات کے تناظر میں افتاء کے اصول نہیں سمجھتے، بلکہ وہ خود ہی محل کلام اوراصل اصولِ افتاء سے متصادم ہیں۔

اور ہم الحمدللہ تعالیٰ اس موقف کو مدلل انداز میں بیان ونقل کرنے میں بھی خیانت کی ضرورت اور خوفِ ملامت نہیں رکھتے، جو ہماری بیسیوں کتب میں مبسوط ومطبوع ہیں، فاضل موصوف جو چاہیں، کہتے پھریں، اور جس طرح کی چاہیں، اپنے حواریین کے ساتھ مجالس قائم کرکے چہ میگوئیاں کرتے رہیں، وہ سب ان شاء اللہ اپنے منہ کے بل الٹی ہی پڑتی رہیں گی، اوراجتہادی مسائل میں اللہ اوراس کے رسول کی طرف سے امتِ وسط کے لئے جو جو سہولتیں اور رخصتیں، عطاء فرمائی گئی ہیں، اوران کی سلف سے لے کر خلف تک ہر دور کے محققین بیان ونقل کرتے رہے ہیں، وہ ان کو کسی قفل میں چھپا کرنہیں رکھ سکیں گے۔

ضرورت وحاجت میں مذہبِ غیر پرفتوی کا تصور

اس کے بعد فاضل موصوف اپنی حصر کردہ دووجہوں میں سے پہلی وجہ کو بیان کرتے ہوئے، اس طرح رقمطراز ہوئے:

(۱)ضرورت، یا حاجت کی وجہ سے، یعنی جب کسی مسئلہ میں اپنے مذہب پر عمل کرنے میں جان، یا عضو کے تلف ہونے کا خوف ہو، یا ایسی سخت تنگی اور حرجِ شدید لازم آئے، جو نا قابلِ برداشت ہو‘‘ (کمیشن اور بروکری کے جدید مسائل، ص۱۵۲، مطبوعہ: مکتبہ معارف السنۃ، کمیٹی چوک، راولپنڈی، طبع اول ۲۰۲۴ء)

www.idaraghufran.org

تبصرہ:......فاضل موصوف سخت تنگی اور حرجِ شدید اور ناقابلِ برداشت کی جتنی چاہیں رٹ لگالیں، بات وہی معتبر ہوگی، جوفقہائے محققین کی تصریحات وترجیحات سے ثابت ہوگی۔

اور سلف محققین نے اجتہاد وترجیح کی صلاحیت رکھنے والے مجتہد، اور نہ رکھنے والے، عامی ومقلد سب کے لئے اپنے اپنے وظائف متعین کر کے سب کچھ بحمداللہ تعالیٰ منقح وطے فرمادیا ہے، اور جس طرح کی ضرورت وحاجت کا فاضل موصوف نے اب تک سبق پڑھا اور پڑھایا ہے، اس کا فاضل موصوف کا نہ تو مجتہدین کے وظیفہ میں دور دور تک ذکر ملے گا، بلکہ وہاں اجتہاد سے ترجیح دینے کا ذکر ملے گا، اور نہ ہی غیرمجتہدین، یعنی عامی کے وظیفہ میں ذکر ملے گا۔

مجتہدینِ عظام، مجتہد کا اصل مذہب اس کے اجتہاد پر مبنی ہونے، اور غیرمجتہد وعامی کا کوئی مذہب نہ ہونے، اور اس کے لئے تمام مذاہب برابر ہونے اور کسی بھی مسئلہ میں کسی مذہب پر عمل پیرا ہوکر بری الذمہ ہونے کی خود ہی تصریح فرماچکے ہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامی فرماتے ہیں:

وَقَدْ شَاعَ أَنَّ الْعَامِّيَّ لَا مَذْهَبَ لَهُ(رد المحتار علی الدر المختار، ج ۱، ص ۴۸، مقدمة)

ترجمہ: اور یہ اصول (فقہاء میں) شائع وذائع ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا (ردالمحتار)

اور علامہ ابنِ عابدین شامی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَقَدْ عُلِمَ مِنْ هَذَا أَنَّ مَذْهَبَ الْعَامِّيِّ فَتْوَى مُفْتِيهِ مِنْ غَيْرِ تَقْيِيدٍ بِمَذْهَبٍ(رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۴۱۱، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

ترجمہ: اور اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ (کسی بھی مسئلہ میں) عامی کا مذہب، اس کو فتویٰ دینے والے کا مذہب ہوتا ہے، کسی مذہب کی قید کے بغیر (ردالمحتار)

ایک اور مقام پر علامہ ابنِ عابدین شامی فرماتے ہیں:

www.idaraghufran.org

قَـالُـوا الْـعَامِّيُّ لا مَذْهَبَ لَهُ، بَلْ مَذْهَبُهُ مَذْهَبُ مُفْتِيهِ (رد الـمحتار علی الدر المختار، ج۴، ص ۸۰، کتاب الحدود، باب التعزیر)

ترجمہ: فقہاء فرما چکے ہیں کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مذہب اس کے مفتی کا مذہب ہوتا ہے (ردالمحتار)

اورعلامہ ابنِ عابدین شامی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

قَـوْل الْـمُـفْتِي فِي حَقِّ الْجَاهِلِ بِمَنْزِلَةِ رَأْيِهِ وَاجْتِهَادِهِ (رد الـمحتار علی الدر المختار، ج۲، ص ۶۹، کتاب الصلاۃ، بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ)

ترجمہ: مفتی کا قول جاہل کے حق میں اس کی رائے اور اجتہاد کے درجہ میں ہوتا ہے (ردالمحتار)

اس قسم کی مزید تصریحات آگے بھی آتی ہیں۔

اس لئے فاضل موصوف کے ذمہ ہے کہ سلف محققین کی تصریحات کی روشنی میں پہلے ہمارے مجتہد، یا عامی ہونے کی کوئی صورت متعین کرکے، ہمارے مذہب کی تعیین کریں، پھر اس سے خروج ودخول کا حکم لگائیں۔

اورہمیں کسی کی طرف سے اپنے متعلق مجتہد ہونے کی سند، یا اس کے لقب کو حاصل کرنے کی بحمداللہ تعالیٰ ہرگز اور ادنیٰ درجہ کی بھی خواہش نہیں، اگرہمیں عامی کی فہرست میں شامل کرلیا جائے، تب بھی الحمد للہ تعالیٰ ہمیں کوئی مسئلہ نہیں، کیونکہ اس صورت میں تو اجتہادی واختلافی مسائل میں اجتہاد وترجیح کی جدوجہد سے نجات پاکر بے شمار مجتہدینِ عظام، اورفقہائے کرام میں سے کسی کی پیروی واتباع کرکے، اوراسی طرح اس مجتہد کے قول، یا اقوال کو نقل کرکے، نجات کا آسان راستہ ہمارے لئے موجود ہے۔

اوراس کے باوجود ہمیں جس قدر اللہ نے صلاحیت عطاء فرمائی ہے، تمام ترطعن وتشنیع کے ہوتے ہوئے بھی اس کو بروئے کار لانے کی اپنی ذمہ داری کو نباہنے کی کوشش جاری رہے گی، جس کے لئے فاضل موصوف، یا ان کے حلقہ کے لوگوں سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

www.idaraghufran.org

اور ہمیں جہاں مذہب کے راجح قول پرعمل کی ضرورت وحاجت لاحق ہوگی، وہاں ہمارے لئے مذہب کے ضعیف اقوال کی شکل میں راستہ موجود ہوگا، وہ بھی اس تفصیل کے بغیر، جس کے فاضل موصوف قائل ہیں، جیسا کہ گذرا، اور مزید ان شاءاللہ آگے آتا ہے۔

اوراس صورت میں سخت تنگی اور نا قابلِ برداشت حرجِ شدید، وغیرہ وغیرہ جیسی جملہ پریشانیوں کے متحقق ہونے ، نہ ہونے کا تعلق فاضل موصوف اور ان کے ہم نوا، اور ان کے مستفتی حضرات کے لئے ہوگا، جو ایک طرف تو اجتہاد وترجیح کے تمام راستے بند ہونے اور تقلیدِ محض کے باقی رہ جانے کے مدعی ہیں، اور دوسری طرف غیر مجتہد اور عامی کے مخصوص مذہب کے متعین کرنے، اور پھر اس کے عمر بھر کے لئے پابند رہنے کے قائل ہیں، اور اس مذہب کی بھی جو ترجیحات پہلے سے طے ہو چکی ہیں، ان سب کی پابندی عائد کئے بیٹھے ہیں۔

ہم ان سب پریشانیوں کے حصہ دار اور شریک وسہیم نہیں، نہ ہی فاضل موصوف کو ہمیں ان میں کھینچنے کی ضرورت ہے، جن سے اللہ تعالیٰ نے مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کی محنتوں سے ہمیں نجات بخشی ہوئی ہے ''فللہ الحمد والشکر''۔

متبحر، فقیہ ومفتی کے لئے ترکِ تقلید اور حدیث پر عمل کا تصور

پھر فاضل موصوف نے اپنی حصر کردہ دوسری وجہ کو اس طرح بیان کیا:

> (۲) کوئی متبحر فقیہ اور مفتی ہو، جس کی قرآن کریم، اور احادیثِ مبارکہ کے ذخیرہ پر گہری اور وسیع نظر ہو، اور اس کو کوئی صحیح اور صریح حدیث اپنے امام کے مذہب کے خلاف مل جائے، اور مکمل تحقیق اور تلاش کے باوجود، اس کو اس حدیث کے معارض کوئی ایسی حدیث نہ ملے، جو اپنے امام کے قول کے مطابق ہو، بلکہ اس کے خلاف امام کا قول ہی ہو، جو قیاس پر مبنی ہو، تو ایسی صورت میں وہ مفتی، دوسرے مذہب پر فتویٰ دے سکتا ہے (کمیشن اور بروکری کے جدید مسائل، ص۱۵۲، مطبوعہ: مکتبہ معارف السنۃ، کمیٹی چوک، راولپنڈی، طبع اول ۲۰۲۴ء)

تبصرہ:...... فاضل موصوف کے موقف کے برخلاف فقہ حنفی کی معتبر تصریحات پہلے نقل کی جا چکی

www.idaraghufran.org

ہیں، جن میں غیر متبحر، بلکہ عامی اور نہایت عامی، اور اپنے آپ کو مقلد سمجھنے اور کہنے والے کے لئے بھی متعین مذہب کے لازم نہ ہونے کے راجح ہونے کی بھرپور تصریح موجود ہے۔

متبحر کو حدیث پہنچنے کی صورت میں اس پر عمل کا درجہ تو بعد میں ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے، امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک تو عامی کو کوئی حدیث پہنچ جائے، اور اس کو اس کے متعلق مجتہد کا قول بھی نہ پہنچے، تب بھی وہ حدیث پر عمل کرنے میں حق بجانب ہے۔

اور ہمارے پاس اس مسئلہ کی بہت سی تصریحات موجود ہیں، پہلے ماضی قریب کی ایک ایسی شخصیت، یعنی امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالہ جات پر اکتفاء کیا جاتا ہے، جن کی طرف موجودہ مسلکِ دیوبند کی علمی سند ونسبت پہنچتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (المتوفی: 1176ھ) رحمہ اللہ "عقدُ الجید" میں فرماتے ہیں کہ:

> "اگر مفتی سے فتویٰ طلب کیا، تو وہ معذور شمار ہوگا، اگرچہ مفتی خطاء کار کیوں نہ ہو، اور اگر اس نے فتویٰ طلب نہیں کیا، لیکن اسے حدیث پہنچ گئی، لیکن اس نے نہ تو اس حدیث کے منسوخ ہونے کو جانا، اور نہ اس کی تاویل کو جانا، تو بھی امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس پر کفارہ واجب نہیں، کیونکہ ظاہرِ حدیث پر عمل کرنا واجب ہوا کرتا ہے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک کفارہ واجب ہوگا، کیونکہ عامی
> کے لیے خود سے حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ اسے ناسخ اور منسوخ کا علم نہیں ہوتا"۔ انتہیٰ۔ [1]

---

[1] اعلم أن العامي الصرف ليس له مذهب وإنما مذهبه فتوى المفتي.

فـي البـحر الرائق لو احتجم أو اغتاب فظن أنه يفطره ثم أكل إن لم يستفت فقيها ولا بلغه الخبر فعليه الكفارة لأنـه مـجرد جهل وأنه ليس بعذر في دار الإسلام وإن استفتى فقيها فأفتاه لا كفارة عليه لأن العامي يجب عليه تقليد العالم إذا كان يعتمد على فتواه فكان معذورا فيما صنع .وإن كان المفتي مخطئا فيما أفتى.

وإن لم يستفت ولكنه بلغه الخبر وهو قوله صلى الله عليه وسلم أفطر الحاجم والمحجوم وقوله عليه الصلاة والسـلام الـغيبة تـفـطـر الصائم ولم يعرف النسخ ولا تأويله لا كفارة عليه عندهما لأن ظاهر الحديث واجب العمل به. خلافا لأبي يوسف لأنه ليس للعامي العمل بالحديث لعدم علمه بالناسخ والمنسوخ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس عبارت میں سب کچھ وضاحت موجود ہے، کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ (جاری ہے............)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ولو لمس امرأة أو قبلها بشهوة أو اكتحل فظن أن ذلك يفطر ثم أفطر عليه الكفارة إلا إذا استفتى فقيها فأفتاه بالفطر أو بلغه خبر فيه .ولو نوى الصوم قبل الزوال ثم أفطر لم يلزمه الكفارة عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى خلافا لهما كذا في المحيط .وقد علم من هذا أن مذهب العامي فتوى مفتيه وفيه أيضا في باب قضاء الفوائت عند قوله ويسقط لضيق الوقت والنسيان إن كان عاميا ليس له مذهب معين فمذهبه فتوى مفتيه كما صرحوا به فإن أفتى حنفي أعاد العصر والمغرب وإن أفتاه شافعي فلا يعيدهما ولا عبرة برأيه ،وإن لم يستفت أحدا وصادف الصحة على مذهب مجتهد أجزأه ولا إعادة عليه انتهى .

وفي شرح منهاج البيضاوي لابن إمام الكاملية فإذا وقعت لعامي حادثة فاستفتى فيها مجتهدا وعمل فيها بفتوى ذلك المجتهد فليس له الرجوع عنه إلى فتوى غيره في تلك الحادثة بعينها بالإجماع كما نقله ابن الحاجب وغيره وفي جمع الجوامع الخلاف فيه وإن كان قبل العمل فقال النووي المختار ما نقله الخطيب وغيره أنه إن لم يكن هنالك مفت آخر لزمه بمجرد فتواه إن لم تسكن نفسه وإن كان هناك آخر لم يلزمه بمجرد إفتائه إذ له أن يسأل غيره وحينئذ فقد يخالفه فيجيء فيه الخلاف في اختلاف المفتين أما إذا وقعت له حادثة غير ذلك فالأصح أنه يجوز له أن يستفتي فيها غير من استفتاه في الحادثة السابقة وقطع الكيا الهراسي بأنه يجب على العامي أن يلزم مذهبا معينا واختار في جمع الجوامع أنه يجب ذلك ولا يفعله لمجرد التشهي بل يختار مذهبا يقلده في كل شيء يعتقده أرجح أو مساويا لغيره لا مرجوحا وقال النووي الذي يقتضيه الدليل أنه لا يلزمه التمذهب بمذهب بل يستفتي من شاء لكن من غير تلقط للرخص ولعل من منعه لم يثق بعدم تلقطه وإذا التزم مذهبا معينا فيجوز له الخروج عنه على الأصح(عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد،ص ٣٠ ، ٣١،باب اختلاف الناس في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة وما يجب عليهم من ذلك ،فصل في العامي)

قربِ قیامت وفتنوں کا ظہور (جلد اول)

قیامت سے پہلے اوراس کے قریب واقع ہونے والی علامات اورفتنوں کے متعلق،قرآن مجیداوراحادیثِ مبارکہ کی روشنی میں تفصیلات وتشریحات اور ہدایات، قیامت کی بعیدی،قریبی اورمتوسط علامات پرمفصل ومدلل کلام،معتبروغیرمعتبراحادیث وروایات کی نشاندہی اورفتنوں سے حفاظت کی تحقیق

قربِ قیامت وفتنوں سے متعلق مفصل ومدلل کتاب

قربِ قیامت وفتنوں کا ظہور (جلد دوم)

قیامت سے پہلے اوراس کے قریب واقع ہونے والی علامات اورفتنوں کے متعلق قرآن مجیداوراحادیثِ مبارکہ کی روشنی میں تفصیلات وتشریحات وہدایات، قیامت کی بعیدی،قریبی اورمتوسط علامات پرمفصل ومدلل کلام،معتبروغیرمعتبراحادیث وروایات کی نشاندہی اورفتنوں سے حفاظت کی تحقیق

قربِ قیامت وفتنوں سے متعلق مفصل ومدلل کتاب

مؤلف:مفتی محمد رضوان خان

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام (دوسری وآخری قسط)

﴿ارضِ مقدس میں داخلے کا واقعہ﴾......: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو ’’ارضِ مقدس‘‘ میں داخل ہونے کا حکم دیا، تو ساری قوم نے بزدلی کا مظاہرہ کیا، صرف دو حضرات نے حضرت موسیٰ کا ساتھ دیا، اورانہوں نے حضرت موسیٰ کے ساتھ ثابت قدم رہنے کا ارادہ کیا۔

قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْھِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْہُ فَاِنَّکُمْ غَالِبُوْنَ(سورۃ المائدۃ، رقم الآیۃ ۲۳)

یعنی ’’دو آدمیوں نے کہا، جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا کہ دروازے سے ان پر حملہ کردو، جب تم داخل ہوگے تو یقیناً غالب آؤگے‘‘۔

مفسرین کے نزدیک یہ دو حضرات حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب بن یوقنا تھے۔ [1]

﴿حضرت موسیٰ کے بعد قیادت﴾......: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع کو بنی اسرائیل کی قیادت عطاء فرمائی۔ [2]

---

[1] وقوله تعالی: قال رجلان من الذین یخافون أنعم اللہ علیھما أی فلما نکل بنو إسرائیل عن طاعۃ اللہ ومتابعۃ رسول اللہ موسی صلی اللہ علیہ وسلم، حرضھم رجلان للہ علیھما نعمۃ عظیمۃ، وھما ممن یخاف أمر اللہ ویخشی عقابہ، وقرأ بعضھم قال رجلان من الذین یخافون أی ممن لھم مھابۃ وموضع من الناس، ویقال إنھما یوشع بن نون، وکالب بن یوقنا .قالہ ابن عباس ومجاھد وعکرمۃ، وعطیۃ والسدی، والربیع بن أنس، وغیر واحد من السلف والخلف رحمھم اللہ (تفسیر ابنِ کثیر، ج۳ص ۶۹، سورۃ المائدۃ)

[2] یوشع بن نون وھو صاحب موسی وولی عھدہ بعد وفاتہ(تفسیر الرازی، ج ۲۱ ص۴۷۷، سورۃ الکھف)

ولما مات موسی بعث اللہ تعالی إلیھم یوشع نبیا فأخبرھم إنہ نبی اللہ وأن اللہ أمرھم بقتال الجبارین فصدقوہ وبایعوہ فتوجہ ببنی إسرائیل إلی أریحا(تفسیر الثعلبی، ج۴ص۴۷، سورۃ المائدۃ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

﴿احادیث میں حضرت یوشع کا ذکر﴾.......: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد قیادت کا بار حضرت یوشع علیہ السلام کے سپرد ہوا، آپ نے بنی اسرائیل کو منظم کیا، اور چالیس برس کی سرگردانی کے بعد ارضِ مقدس میں داخل کرایا، احادیث میں آتا ہے کہ آپ کی قیادت میں بنی اسرائیل نے شہر''اریحا'' کو فتح کیا۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ ایک نبی نے جہاد کے وقت سورج کو رکنے کی دعا کی تاکہ معرکہ مکمل ہو جائے، اور محدثین نے اسے حضرت یوشع علیہ السلام پر محمول کیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّمْسَ لَمْ تُحْبَسْ عَلٰى بَشَرٍ إِلَّا لِيُوْشَعَ لَيَالِيَ سَارَ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ(مسند احمد، رقم الحديث ۸۳۱۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج کسی انسان کے لیے نہیں روکا گیا، مگر یوشع کے لیے، جب وہ بیت المقدس کی طرف لشکر لے کر جارہے تھے(مسند احمد)

یہ روایت صحیح بخاری میں بھی نام کی تصریح کے بغیر مروی ہے، لیکن محدثین کے نزدیک اس سے حضرت یوشع بن نون ہی مراد ہیں، اور اس میں سورج کے رکنے کے واقعہ کے ساتھ مالِ غنیمت کے بارے میں بھی حکم مذکور ہے کہ اس زمانے میں جب شرعی جہاد کے ذریعے سے کوئی مال حاصل ہوتا تھا، تو اس کو ایک جگہ رکھ دیا جاتا تھا، اور آسمان سے آگ آتی تھی، اور اس کو کھا جاتی تھی، اور مالِ غنیمت، لشکر وغیرہ کو استعمال کی اجازت نہیں تھی۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی وجہ سے نبی صلی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾حدثنا به محمد بن حميد قال، حدثنا سلمة بن الفضل قال، حدثني محمد بن إسحاق، عن وهب بن منبه قال: خلف بعد موسى في بني إسرائيل يوشع بن نون، يقيم فيهم التوراة وأمر الله حتى قبضه الله .ثم خلف فيهم كالب بن يوفنا يقيم فيهم التوراة وأمر الله حتى قبضه الله تعالى .ثم خلف فيهم حزقيل بن بوزى، وهو ابن العجوز .ثم إن الله قبض حزقيل، وعظمت في بني إسرائيل الأحداث، ونسوا ما كان من عهد الله إليهم، حتى نصبوا الأوثان وعبدوها من دون الله .فبعث الله إليهم إلياس بن نسى بن فنحاص بن العيزار بن هارون بن عمران نبيا .وإنما كانت الأنبياء من بني إسرائيل بعد موسى، يبعثون إليهم بتجديد ما نسوا من التوراة .. الخ(تفسير الطبرى، ج۵ ص ۲۹۴،سورة البقرة)

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط البخارى(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے مالِ غنیمت کے استعمال کو حلال قرار دیا گیا۔ [1]

یہ واقعہ ''جنگِ اریحا'' کے موقع پر پیش آیا تھا، جب اللہ نے یوشع کی دعاء سے سورج کو غروب ہونے سے روک دیا، تاکہ فتح مکمل ہو سکے۔ [2]

محدثین کے نزدیک اس روایت میں حضرت یوشع بن نون مراد ہیں۔ [3]

﴿تبلیغی اور اصلاحی زندگی﴾.......: تاریخی روایات میں ہے کہ آپ نے طویل عرصے تک بنی اسرائیل کو سنبھالا اور انہیں اللہ کی اطاعت پر قائم رکھا، ان کی تبلیغی زندگی کی اساس توحید، اطاعتِ الٰہی اور جہاد فی سبیل اللہ تھی، آپ نے اپنی قوم کو بارہا نصیحت کی کہ کامیابی اللہ کی مدد اور ایمان وعمل صالح پر موقوف ہے، ابن کثیر فرماتے ہیں:

ولـمـا استـقـرت يد بنى إسرائيل على بيت المقدس استمروا فيه، وبين أظهرهم نبـى الـلـه يـوشـع يـحـكـم بينهم بكتاب الله التوراة حتى قبضه الله إليه (قصص الأنبياء، ج۲ ص۲۱۳، ذكر نبوة يوشع وقيامه بأعباء بنى إسرائيل بعد موسى وهرون عليهما السلام) [4]

---

[1] عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: غزا نبى من الأنبياء، فقال لقومه: لا يتبعنى رجل ملك بضع امرأة، وهو يريد أن يبنى بها، ولما يبن بها ولا أحد بنى بيوتا ولم يرفع سقوفها، ولا أحد اشترى غنما أو خلفات، وهو ينتظر ولادها، فغزا، فدنا من القرية صلاة العصر، أو قريبا من ذلك، فقال للشمس: إنك مأمورة وأنا مأمور، اللهم احبسها علينا، فحبست حتى فتح الله عليه، فجمع الغنائم فجائت يعنى النار لتأكلها فلم تطعمها، فقال: إن فيكم غلولا، فليبايعنى من كل قبيلة رجل، فلزقت يد رجل بيده، فقال: فيكم الغلول، فليبايعنى قبيلتك، فلزقت يد رجلين أو ثلاثة بيده، فقال: فيكم الغلول، فجائوا برأس مثل رأس بقرة من الذهب، فوضعوها، فجائت النار فأكلتها، ثم أحل الله لنا الغنائم، رأى ضعفنا وعجزنا، فأحلها لنا(صحيح البخارى، رقم الحديث ۳۱۲۴)

[2] قوله: (فدنا من القرية) هى أريحا بفتح الهمزة وكسر الراء بعدها تحتانية ساكنة ومهملة مع القصر، سماها الحاكم فى روايته عن كعب، وفى رواية مسلم فأدنى للقرية أى قرب جيوشه لها (فتح البارى لابنِ حجر، ج٦ ص۲۲۲، كتاب فرض الخمس، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: أحلت لكم الغنائم)

[3] قوله: (غزا نبى من الأنبياء) أى: أراد أن يغزو، وهذا النبى هو يوشع بن نون كما رواه الحاكم من طريق كعب الأحبار، وبين تسمية القرية كما سيأتى، وقد ورد أصله من طريق مرفوعة صحيحة، أخرجها أحمد من طريق هشام، عن محمد بن سيرين، عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الشمس لم تحبس لبشر إلا ليوشع بن نون ليالى سار إلى بيت المقدس(فتح البارى بشرح صحيح البخارى، ج٦ ص۲۲۱، كتاب فرض الخمس، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: أحلت لكم الغنائم)

[4] لما مات موسى عليه السلام خلف من بعده فى بنى إسرائيل يوشع بن نون يقيم فيهم أمر الله تعالى. ويحكم بالتوراة حتى قبضه الله تعالى(تفسير الخازن، ج۱ ص۱۷۸، سورة البقرة)

www.idaraghufran.org

یعنی ”جب بنی اسرائیل کا قبضہ بیت المقدس پر مستحکم ہوگیا، تو بنی اسرائیل وہیں مقیم ہوگئے ، اور ان کے درمیان اللہ کے نبی یوشع موجود تھے، جو ان کے درمیان اللہ کی کتاب تورات کے مطابق فیصلے کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے ان کی روح قبض فرمالی“۔

﴿وفات﴾.......: مورخین ومفسرین کے نزدیک حضرت یوشع علیہ السلام کی وفات 126 سال کی عمر میں ہوئی، اور تدفین کے متعلق مختلف اقوال ملتے ہیں، بعض حضرات کے نزدیک آپ کی تدفین ”جبال الشراۃ“ اور بعض کے نزدیک ”جبلِ کنعان“ اور بعض کے نزدیک ”جبلِ افرائیم“ میں ہوئی۔ [1]

﴿عبرت ونصیحت﴾.......: حضرت یوشع کی زندگی سے ہمیں مندرجہ ذیل عبرتیں و نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں:

(1)......ایمان اور توکل کے ساتھ قیادت کامیاب ہوتی ہے۔

(2)...... بزدلی قوم کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔

(3)......اللہ کی نصرت صبر و جہاد کے ساتھ وابستہ ہے۔

(4)...... نیک صحبت انسان کو عظمت کی طرف لے جاتی ہے۔

(5)......شاگردی اور استقامت، اور استاد کا ادب واحترام، مستقبل کی قیادت کی بنیاد ہے۔

(6)...... قیادت میں صبر وعدل، اور توکل علی اللہ، کامیابی کی ضمانت ہے۔

(7)...... مالِ غنیمت میں دیانت، انسان کے کامل ایمان کی دلیل ہے۔

---

[1] ذكر وفاة يوشع:قال ابن إسحاق: ولما احتضر يوشع استخلف كالب بن يوفنا وأوصى إليه، ودفن يوشع في جبال الشراة، وقيل: بجبل يقال له: جبل كنعان، وقيل: أفرائيم.واختلفوا في سنه: ذكر جدى في "أعمار الأعيان "أنه عاش مئة وعشر سنين، وكذا الحسن بن عرفة .وقال أبو جعفر الطبرى: عاش مئة وستا وعشرين سنة .وقيل: مئة وعشرين سنة مثل موسى عليه السلام، وكانت مدة بقائه بعد موسى عليه السلام سبعا وعشرين سنة، في زمان منوشهر عشرين سنة، وفي زمان أفراسياب سبع سنين(مرآة الزمان في تواريخ الأعيان ،لسبط ابن الجوزى، ج٢ص ١٢٠ ،وص ١٢١ ، فصل في قصة يوشع بن نون بن أفراثيم بن يوسف)

ثم مات يوشع ودفن في جبل أفرائيم، وكان عمره مائة وستا وعشرين سنة(تفسير البغوى، ج٢ص٣٨، سورة المائدة)

ثم مات يوشع عليه السلام ودفن في جبل أفرائيم، وكان عمره مائة وستا وعشرين سنة، وتدبيره أمر بني إسرائيل بعد وفاة موسى عليه السلام سبعًا وعشرين سنة(تفسير الثعلبى، ج ١١ ص ٣٦٩،سورة المائدة)

www.idaraghufran.org

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

ہونٹوں کی افادیت اور امراض

انسانی جسم کے تمام اعضاء اپنی اپنی اہمیت رکھتے ہیں، انہی اعضاء میں ہونٹ ایک ایسا عضو ہیں جو نہ صرف جسمانی ضرورت بلکہ حسن و جمال کا بھی اہم حصہ ہیں۔ ہونٹوں کا تعلق جلد اور منہ دونوں سے ہے، یہ نرم و نازک بافتوں (Tissues) پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان کے اندر بے شمار اعصاب اور خون کی باریک نالیاں پائی جاتی ہیں، جو انہیں سرخی مائل رنگت عطا کرتی ہیں۔

ہونٹ کے ذریعہ اظہارِ گفتگو: ہونٹ بولنے، الفاظ کی درست ادائیگی اور لہجے کی وضاحت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، بغیر ہونٹوں کے "ب "،"پ "وغیرہ جیسے حروف کی ادائیگی ممکن نہیں۔

جمالیاتی حسن: ہونٹ انسانی چہرے کے حسن اور دلکشی کا مرکز ہیں، صحت منداور خوبصورت ہونٹ شخصیت کو جاذبِ نظر بناتے ہیں۔

کھانے پینے میں مدد: ہونٹ چبانے اور نگلنے کے عمل میں ابتدائی رکاوٹ اور مدد فراہم کرتے ہیں، اور خوراک کو منہ کے اندر رکھنے اور پانی وغیرہ جیسی مائع چیزوں کے پینے میں معاون بنتے ہیں۔

حسی اعضاء کا کردار: ہونٹوں پر موجود اعصاب چھونے اور حرارت کو فوراً محسوس کرتے ہیں، اس لیے یہ حسی اعتبار سے نہایت حساس عضو ہیں۔

جذباتی اظہار: ہونٹ مسکرانے، خفگی یا غصہ ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ محبت اور پیار کے اظہار کا بھی ذریعہ ہیں۔

ہونٹوں کے امراض طبی نقطہ نظر سے

ہونٹ ایسا عضو ہے، جو نازک ہونے کے ساتھ ساتھ بیرونی عوامل کے اثرات کا شکار رہتے ہیں، ان پر مختلف امراض اور عوارض پیدا ہو سکتے ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ہونٹوں کی خشکی اور پھٹن(Chapped Lips)

ہونٹوں کا سب سے عام مسئلہ خشکی ہے جو زیادہ تر سردی، پانی کی کمی یا بار بار زبان پھیرنے کی وجہ سے ہوتا ہے، اس تکلیف میں ہونٹ عرضاً متوازی پھٹ جاتے ہیں، اوران پر دراڑیں پڑ جاتی ہیں،

www.idaraghufran.org

اور بعض اوقات خون بھی نکل آتا ہے، ہونٹوں کی اس طرح کی پھٹن میں مریض کے لئے ہنسنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔

اس کا سبب عام طور پر متوازن غذاء کی کمی یا پانی کی کمی ہے، جس سے پہلے معدہ کی فطری حالت خراب ہوتی ہے، اور معدہ کی خرابی کے اثرات ہونٹوں پر ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔

علاج اس کا ظاہر ہے کہ معدہ کی اصلاح کرنا ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ خشک اور گرم غذاؤں یعنی تیز مرچ مصالحہ دار غذائیں اور کھانوں سے پرہیز کیا جائے، اور زود ہضم ہلکی غذائیں استعمال کی جائیں، مثلاً دودھ والی سویاں، دودھ جلیبی، مغزیات کا حریرہ، گجریلا، کھیر، دلیا اور سبزیوں میں ہر قسم کا کدو، گاجر، گھیا توری، شلغم، اور پھلوں میں امرود، گرما، سردا، کیلے کا ملک شیک، اور فرنی جیسی غذائیں استعمال کی جائیں، ان غذاؤں کے استعمال سے صفراء بذریعہ بول و براز خارج ہوگا، اور معدہ کی اصلاح ہوکر ہونٹ اپنی قدرتی اور فطری حالت پر لوٹ آئیں گے۔

باچھیں پھٹنا Angular Cheilitis

ہونٹوں کے کنارے پھٹنے کے مرض کو طبّی زبان میں "Angular Cheilitis" کہا جاتا ہے، اسے ہونٹوں کے کونوں کا پھٹ جانا یا کونے پر زخم بن جانا بھی کہا جاتا ہے۔

یہ بھی تکلیف دہ مرض ہے، جس میں ہونٹوں کے کناروں (mouth corners) پر دراڑیں پڑ جاتی ہے، کنارے سرخ ہوجاتے ہیں، اور مناسب علاج نہ کرنے سے زخم بھی بن جاتے ہیں، خاص طور پر منہ کھولنے میں تکلیف ہوتی ہے، اور کناروں پر پیپ یا سفید تہہ (fungal infection) بن جاتی ہے، یہ مرض ہونٹوں کے ایک یا دونوں کناروں پر ہوسکتا ہے۔

باچھیں پھٹنے کے مختلف اسباب (Causes) ہوسکتے ہیں، جن میں ہونٹوں یا ان کے کناروں پر لعاب بار بار لگنے کی وجہ سے نمی کا جمع رہنا، یا کمزور اور ڈھیلے یا مصنوعی دانتوں کے صحیح طرح نہ لگنے کے باعث تھوک کناروں پر رہنا ہے، جس کی وجہ سے ہونٹوں کے کناروں پر جراثیم بڑھ کر انفیکشن یا خمیر نما فنگس ہوجاتا ہے، اور یہ تکلیف نمودار ہوجاتی ہے۔

﴿بقیہ صفحہ ۵۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......13 / ربیع الاول، بروزاتوار، بعدنمازِ عشاء، چوہدری جاوید صاحب (قدیم متعلق مفتی صاحب مدیر) کے نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے مفتی صاحب کے ساتھ بعض اراکین گئے، واپسی پر ڈاکٹر مفتی منظور صاحب (خطیب: جامع مسجد عثمان، بحریہ فیز8) سے ملاقات کے لئے بھی جانا ہوا، مفتی صاحب موصوف کے ساتھ علمی مجالست ہوئی۔

□......20 / ربیع الاول، بروزاتوار، طالبِ علم علیان سراج کے تکمیلِ حفظِ قرآن کے موقعہ پر دعائیہ تقریب ہوئی

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۸ ''ہونٹوں کی افادیت اورامراض''﴾

ایسی حالت میں ہونٹوں کو لعاب سے خشک رکھا جائے، کیونکہ انسانی لعاب میں ایسے تیز اثر اجزاء پائے جاتے ہیں، جو خوراک کو ہضم کرنے میں بھی مدد دیتے ہیں، یہی لعاب جب زبان کے ذریعہ بار بار ہونٹوں اوران کے کناروں پر لگایا جائے، تو ہونٹ اوران کے کنارے پھٹ کر تکلیف کا شکار ہوجاتے ہیں، اس کے لئے ہونٹوں اوران کے تکلیف زدہ کناروں پر شہد لگانا بہتر ہے، کیونکہ شہد بیک وقت اینٹی بایوٹک اور اینٹی فنگل، دونوں کام کرتا ہے، اور زخم کو جلد بھرنے میں مدد کرتا ہے، یا ہلدی کا لیپ کرنا بھی فائدہ مند ہے۔

اس کے لئے ایک آسان گھریلو مرہم بنائی جاسکتی ہے، جو قدرتی طور پر اینٹی فنگل اور اینٹی بایوٹک دونوں طرح سے کام کرتی ہے۔

اس کے اجزاء میں شہد 1 چائے کا چمچ، ناریل کا تیل (Coconut Oil) 1 چائے کا چمچ، ہلدی پاؤڈر (Turmeric powder) چوتھائی چائے والا چمچ۔

ایک صاف شیشی یا برتن میں شہد اور ناریل کا تیل اچھی طرح مکس کریں، اس میں ہلدی ڈال کر یکجان کرلیں تاکہ ہلکا سا گاڑھا پیسٹ بن جائے، اوراسے ڈھکن والی چھوٹی بوتل میں رکھ لیں (کمرے کے عام درجہ حرارت پر یہ تقریباً7 دن تک محفوظ رہ سکتا ہے)

ہونٹ کے کنارے صاف اور خشک کرکے دن میں دو، سے تین بار یہ مرہم لگائیں، اور کھانے پینے کے بعد منہ اور دانت صاف کرکے یہ مرہم دوبارہ لگائیں۔

www.idaraghufran.org